Digitized By Khilafat Library Rabwah
ربوہ
خالد
ماہنامہ
مدیر
محمد شفیق قیصر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

استبقوا الخیرات

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا ترجمان

"تیری عاجزانہ راہیں اس کو پسند آئیں"

(الہام المسیح الموعودؑ)

"قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی"

(المصلح الموعودؓ)

ماہنامہ خالد ربوہ

جلد ۲۰ | تبلیغ ۱۳۵۳ھش | شمارہ ۴

فروری ۱۹۷۴ء

ایڈیٹر

محمد شفیق قیصر

فہرست

پبلشر:- محمد شفیق قیصر

پرنٹر:- سید عبدالحی شاہد ایم۔اے

مطبع:- ضیاء الاسلام پریس ربوہ

مقام اشاعت:- دفتر ماہنامہ خالد

دارالصدر جنوبی ربوہ

سالانہ چندہ:- ۔۔ سات روپے

قیمت فی پرچہ:- ۔۔ ستر پیسے

اداریہ

پیشگوئی مصلح موعودؓ

۲۰ فروری کا دن احمدیت یعنی حقیقی اسلام کی تاریخ میں ایک بہت ہی مبارک اور مقدس دن ہے۔ یہ وہ مبارک دن ہے جب سیدنا حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام نے وہ عظیم الشان پیشگوئی شائع فرمائی جو "پیشگوئی مصلح موعودؓ" کے نام سے موسوم ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بزرگ صحابی حضرت میاں عبداللہ سنوری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:-

"ابھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دعوئی ماموریت نہیں کیا تھا ۱۸۸۴ء میں حضورؑ نے ارادہ فرمایا کہ قادیان سے باہر جا کر کہیں چلہ کشی کریں۔ پہلے ایک جگہ کے بارہ میں ارادہ فرمایا مگر آپ رک گئے۔ اس کے بعد آپؑ نے ماہ جنوری ۱۸۸۶ء میں ہوشیار پور جانے کا قصد کر لیا اور روانہ ہو گئے۔ میں (یعنی میاں عبداللہ صاحب سنوریؓ) اور دو اور خادم بھی ہمراہ تھے۔ راستے میں دریا پار کیا۔ اثنائے راہ میں کچھ باتیں آپؑ نے از راہِ نصیحت کیں اور کچھ باتیں اشارۃً سمجھائیں جو ہم میں سے ایک کے متعلق تھیں۔ یہ باتیں بعد میں پوری بھی ہو گئیں۔ ہوشیار پور پہنچتے ہی حضورؑ نے ایک طویلہ کے بالاخانہ میں قیام فرمایا اور بذریعہ دستی اشتہار اعلان فرما دیا کہ چالیس دن تک مجھے کوئی صاحب ملنے نہ آویں اور نہ کوئی صاحب مجھے دعوت کے لئے بلائیں۔ نیز آپؑ نے ہم کو بھی حکم دے دیا کہ ڈیوڑھی کے اندر کی زنجیر ہر وقت لگی رہے اور گھر میں بھی کوئی شخص مجھے نہ بلائے۔ میں اگر کسی کو بلاؤں تو وہ اسی حد تک میری بات کا جواب دے جس حد تک کہ ضروری ہے اور بالاخانہ میں کوئی میرے پاس نہ آئے۔ میرا کھانا اوپر پہنچا دیا جائے مگر اس کا انتظار نہ کیا جائے کہ میں کھانا کھا لوں۔ خالی برتن پھر دوسرے وقت لے جایا کریں۔ نماز میں اوپر الگ پڑھا کروں گا تم نیچے پڑھ لیا کرو۔ جمعہ کے لئے فرمایا کہ کوئی ویران سی مسجد تلاش کرو جو شہر کے ایک طرف ہو اور جہاں ہم علیحدگی میں نماز ادا کر سکیں۔ چنانچہ شہر کے باہر ایک باغ تھا اس میں ایک چھوٹی سی ویران مسجد تھی وہاں جمعہ کے دن حضورؑ تشریف لے جایا کرتے تھے اور ہم کو نماز پڑھاتے تھے اور خطبہ بھی خود ارشاد فرماتے تھے۔ حضرت میاں عبداللہ سنوریؓ فرماتے ہیں کہ میں کھانا اوپر چھوڑنے جایا کرتا تھا اور حضورؑ سے کوئی بات نہ کرتا تھا مگر کبھی حضورؑ مجھ سے خود کوئی بات کرتے تھے تو جواب دے دیتا تھا۔ ایک دفعہ آپؑ نے مجھ سے فرمایا۔ میاں عبداللہ! ان دنوں میں مجھ پر بڑے بڑے خدا تعالیٰ کے فضل کے دروازے کھلے ہیں اور بعض اوقات دیر تک خدا تعالیٰ مجھ سے باتیں کرتا رہتا ہے۔ اگر ان کو لکھا جائے تو کئی ورق ہو جائیں۔ پھر ان الہامات میں سے وہ الہامات بھی ذکر فرمائے جو آپؑ کو ایک موعود پسر کے متعلق ہوتے اور

جن کا پورا ہونا آج ایک دنیا کے مشاہدہ میں آ چکا ہے۔" (سیرۃ المہدی حصہ اوّل)

اس بارہ میں الہام الٰہی کے معیّن الفاظ پڑھیں کہ انہیں الفاظ میں خدا کے کلام کی شان ظاہر ہوتی ہے :-

"مَیں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اُسی کے موافق جو تُو نے مجھ سے مانگا۔ سو مَیں نے تیری تضرعات کو سُنا اور تیری دُعاؤں کو اپنی رحمت سے بپایۂ قبولیت جگہ دی اور تیرے سفر کو تیرے لئے مبارک کر دیا۔ سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔ اے مظفر تجھ پر سلام ... تا لوگ سمجھیں کہ مَیں قادر ہوں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں اور تا وہ یقین لائیں کہ مَیں تیرے ساتھ ہوں اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے اور خدا کے دین اور اس کی کتاب اور اسکے پاک رسول محمد مصطفیٰ کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ایک کھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔"

پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان الفاظ میں ایک پاک لڑکے کی بشارت دی :-

"اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئیگا۔ وہ صاحبِ شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا۔ وہ دُنیا میں آئیگا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کریگا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے کیونکہ خدا کی رحمت و غیوری نے اسے کلمۂ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا اور دل کا حلیم اور علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا اور وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا ..... نور آتا ہے نور جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم اس میں اپنی رُوح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اسکے سر پر ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائیگا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اُٹھایا جائے گا۔" (تذکرہ طبع اول صفحہ ۱۴۱-۱۴۲)

یہ کلام بلحاظ اپنے معیّن الفاظ اور اپنی کمال تفصیل اور ترتیب کے ایک عظیم الشان کلام ہے جس کا اکثر حصہ مع اسکی تمام تفصیل کے ہم نے اپنی آنکھوں کے سامنے پورا ہوتے دیکھا۔ یہ پیشگوئی حضور علیہ السلام نے معیّن الہامی الفاظ میں ایک خاص صفات والے اور خاص قسم کی ظاہری و باطنی استعداد والے فرزند کے متعلق فرمائی۔ ہم نے اپنی زندگیوں میں اپنی آنکھوں سے اس اولو العزم وجود کی شکل میں اس پیشگوئی کو پورا ہوتے دیکھا جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا بیٹا اور آپ کی قائم کردہ جماعت کا دوسرا خلیفہ تھا۔ لفظی الہام کی شان کیسی اعلیٰ ہے، اب ہمیشہ کے لئے یہ الفاظ لوگوں کے ایمانوں کو تازہ کرتے رہیں گے اور دنیا ان سے فائدہ اُٹھاتی رہیگی۔ اگر خالی یقین کا احساس ہوتا اور الفاظ کچھ نہ ہوتے تو دوسروں کو کیا پتہ لگتا کہ خدا نے کیا کہا تھا لیکن اب الفاظ کی صورت میں خدا کا یہ کلام ہمیشہ کے لئے حجت ہو گیا اور ہر شخص جب چاہے ان پر غور کر کے اپنے ایمان کو تازہ کر سکتا ہے۔

اس مقدس وجود نے اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ دینِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وقف کئے رکھا۔ اسے فکر تھی تو صرف یہی کہ کسی طرح دنیا کفر کے اندھیروں سے نکل کر خدا تعالیٰ کے نور کی طرف آ جائے۔ اس کا اندازہ آپ کے ان ارشادات سے ہو سکتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں :-

"ہماری جماعت کو خدا تعالیٰ نے کہا ہے کہ اسلام کی عزت قائم کرنا تمہارا کام ہے ۔ خدا تعالیٰ نے کہا ہے کہ قرآن کریم کی عزت قائم کرنا تمہارا کام ہے ۔ خدا تعالیٰ نے کہا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت قائم کرنا تمہارا کام ہے ۔ یہ اتنا عظیم الشان کام ہے کہ اس کے لئے ہماری محنتیں اور ہماری کوششیں پاگلانہ ہونی چاہئیں ۔ اگر ہم اپنی طرف سے تمام طاقت صرف کر دیں گے تو باقی کمی خدا تعالیٰ اپنے فضل سے پوری کر دے گا ..... ہمیں اپنی ساری باتوں کو بھول کر اسلام اور قرآن مجید کی حکومت کے لئے اپنی ساری طاقت صرف کر دینا چاہیئے اور ایسا زور لگانا چاہیئے کہ دنیا صرف ہمارے دعویٰ کی وجہ سے ہمیں پاگل نہ کہے بلکہ کام کی وجہ سے پاگل کہے ۔"

(الفضل ۵ راکتوبر ۱۹۴۴ء)

حضرت المصلح الموعود رضی اللہ عنہ کے ان ارشادات کی روشنی میں ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنے قدموں کو تیز سے تیز تر کر دیں اور اسلام کی صداقت کے دلائل و براہین، اخلاقِ فاضلہ، اوصافِ حمیدہ، علمی اور مذہبی تفوق کے ساتھ ساتھ ہماری جبینوں میں تقویٰ کا چراغ بھی روشن ہو اور ہماری پیشانیوں سے آسمانی نور کی کرنیں ظاہر ہوں تا ایک دوسرے میں نیکی کی تحریک پیدا ہوتی رہے اور نیکیوں میں ہمارے قدم آگے ہی بڑھتے رہیں ۔ اس سلسلہ میں حضرت المصلح الموعود رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد کو ہمیشہ اپنے سامنے رکھیں ۔ آپؓ فرماتے ہیں :۔

" اب بھی سنبھلو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یادگار لوگ اب بہت تھوڑے رہ گئے ہیں ... ... پھر میرے ساتھ بھی اللہ تعالیٰ کا کوئی وعدہ نہیں کہ میری عمر کتنی ہوگی ۔ پس یہ بڑے خطرات کے دن ہیں اسلئے سنبھلو ۔ اپنے نفسوں سے دُنیا کی محبّتوں کو سرد کرو اور دین کی خدمت کے لئے آگے آؤ ۔ اور ان لوگوں کے علوم کے وارث بنو جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صحبت پائی ۔ تا تم آئندہ نسلوں کو سنبھال سکو ۔ تم لوگ تھوڑے تھے اور تمہارے لئے تھوڑے مدرس کافی تھے مگر آئندہ آنے والی نسلوں کی تعداد بہت زیادہ ہوگی اور ان کے لئے بہت زیادہ مدرس درکار ہیں ۔ پس اپنے آپ کو دین کی خدمت کے لئے وقف کر دو اور یہ نہ دیکھو کہ اس کے عوض تمہیں کیا ملتا ہے ۔ جو شخص یہ دیکھتا ہے کہ اسے کتنے پیسے ملتے ہیں وہ کبھی خدا تعالیٰ کی نصرت حاصل نہیں کر سکتا ۔ اللہ تعالیٰ کی نصرت اس کو ملتی ہے جو اس کا نام لے کر سمندر میں کود پڑتا ہے، چاہے موتی اس کے ہاتھ میں آجائیں اور چاہے وہ مچھلیوں کی غذا بن جائے ۔"

(الفضل جلسہ سالانہ نمبر ۱۹۶۵ء صـ۲۷)

اِسلامی کتب خانوں کے قیام و نظام پر ایک نظر

(یہ مقالہ تعلیم الاسلام کالج ربوہ کی ہسٹری سوسائٹی میں پڑھا گیا)

تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ زمانۂ قدیم سے لے کر زمانۂ حال تک کتب خانے علمی و تہذیبی زندگی کے اہم عناصر مانے گئے ہیں اور ہر زمانہ میں ان کی ضرورت و اہمیت کو محسوس کیا گیا۔

اِس سلسلہ میں سب سے پہلے کتب خانہ آشور بانی پال کا ذکر تاریخ میں ملتا ہے بلکہ بعض نے تو اسے دُنیا کا سب سے پہلا کتب خانہ قرار دیا ہے۔ آشور بانی پال — (Ashurbanipal) — جس کا زمانہ ۶۶۸ سے ۶۳۳ ق۔م کا ہے۔ سلطنتِ آشوریہ کا فرمانروا تھا۔ یہ کتب خانہ نینوا میں تھا جس کے کھنڈرات شمالی عراق میں موصل شہر کے قریب موجود ہیں۔ اس کی کتابیں مٹی کی تختیاں تھیں جن پر قدیم خطِ میکانی میں مذہبی امور اور شاہی احکام کندہ تھے۔ بابل میں مٹی کی تختیوں پر لکھنے کی ابتداء ۲۴۰۰ سال قبل مسیح میں ہوئی۔

آشور بانی پال کے کتب خانے کی یہ کتابیں آج برٹش میوزیم کی زینت ہیں۔

دوسرا قدیم کتب خانہ اسکندریہ کا کتب خانہ تھا۔ یہ عظیم الشان کتب خانہ مصر کے بطلیموسی خاندان کے بادشاہ نے اپنے پایۂ تخت اسکندریہ میں حضرت مسیحؑ سے پونے تین سو سال قبل قائم کیا تھا۔ اس میں سات لاکھ کتابیں تھیں۔ یہ کتابیں قرطاس مصری جسے پیپرس کہتے ہیں، پر لکھی گئی تھیں۔ مصر میں ان پر لکھنے کا آغاز چار ہزار سال قبل مسیح ہوا تھا۔ غالباً انگریزی لفظ Paper پیپرس کی ہی بگڑی ہوئی شکل ہے۔ پیپرس پر لکھے ہوئے نوشتے سکرول کی شکل میں تھے (ان کے دونوں کناروں پر لکڑیاں لگی رہتی تھیں جن پر انہیں نقشوں کی شکل میں لپیٹ دیا جاتا تھا) اس کتب خانہ کی تباہی کا الزام دشمنانِ اسلام نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر لگایا تھا۔ علامہ شبلی نعمانی نے اپنے ایک مضمون کتب خانہ اسکندریہ میں اس الزام کو شواہد و دلائل سے بے بنیاد ثابت کر دیا ہے۔

یہ تو تھا دُنیا کے قدیم ترین کتب خانوں کا تذکرہ آئیے اب یہ دیکھیں کہ زمانۂ حال کے یورپ کی علمی لحاظ سے کیا حیثیت تھی۔ اس سلسلہ میں یہ امر مدِّنظر رہے کہ کاغذ اور چھاپے خانے کی ایجاد کے بعد بھی یورپ کے کتب خانے سینکڑوں سال تک کس مپرسی کا شکار رہے اور عیسائی کلیسا کی علم دشمنی نے انہیں انیسویں صدی عیسوی کے وسط تک محافظ خانوں اور عجائب خانوں کی شکل میں رکھا ان کی غرض و غایت یہ تھی کہ ان میں کتابیں حفاظت کے ساتھ سجا کر رکھ دی جائیں۔ ان کتب خانوں میں کتابیں زنجیروں میں باندھ کر رکھی جاتی تھیں تاکہ انہیں وہاں سے

کوئی لے جانہ سکے اور ان کے مطالعہ پر سخت پابندیاں عائد تھیں پڑھنے والے کو کتاب کے ورق الٹنے کی بھی اجازت نہ تھی۔ ایک نگران مقرر رہتا تھا وہی ورق الٹ دیا کرتا تھا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اس وقت مسیحی دنیا میں چند اچھے کتب خانے بھی موجود تھے۔ رومن شہنشاہ قسطنطین اول نے ایک کتب خانہ قسطنطنیہ میں قائم کیا تھا جس میں ۶۹۰۰ کتابیں تھیں مسیحی خانقاہوں سے بھی کتب خانے ملحق تھے مگر افادیت کے اعتبار سے اس عہد کے کتب خانے جسد بے روح اور شمع بے نور کے مصداق بنے ہوئے تھے اور بقول شاعر ؎

دل مرکز حیات ہے اور زندگی نہیں
اک شمع جل رہی ہے مگر روشنی نہیں

عرب جہاں سے اسلام کا ظہور ہوا، اس کی حالت یہ تھی کہ اسلام سے پہلے چند لوگ لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ وہاں شعر و شاعری اور انساب کا چرچا زمانہ قدیم سے تھا مگر تحریر کا مطلق رواج نہ تھا۔

مکہ کے متعلق مؤرخین کا اجماع ہے کہ تحریر کا تعارف حرب بن امیہ کے ذریعہ ہوا۔ حرب بن امیہ نے یہ علم اپنے تجارتی سفروں کے دوران حاصل کیا تھا جن میں سے بشر بن عبد الملک قابل ذکر ہے۔ پھر اس کے بعد قریش کے بہت سے لوگوں نے سیکھا۔ بشر بن عبد الملک جو دومۃ الجندل کے رؤساء میں سے تھا وہ اکثر حیرہ آتا رہتا تھا اس نے اہل حیرہ سے یہ فن سیکھا پھر مکہ آیا اور یہاں کے لوگوں کو سکھایا۔ اس فن میں وہ بہت ماہر استاد تھا۔

ظہور اسلام کے وقت صرف قبیلہ قریش میں ہی سترہ اشخاص صاحب قلم موجود تھے جن میں حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہم اور عورتوں میں حضرت حفصہؓ اور شفاء بنت عبداللہ شامل تھیں۔

مدینہ میں اسلام سے پہلے تحریر کا رواج تھا اور اس کے موجد یہودی تھے۔ اس سے بہت بڑا فائدہ یہ ہوا کہ اشعار و قصائد عرب جو عرب کے تمدن و معاشرت کی اصل تصویر ہیں اور جو اب تک زبانی روایت ہوتے آتے تھے ضبط تحریر میں لائے جانے لگے اور ان کی حفاظت کا بڑا ذریعہ نکل آیا چنانچہ سبعہ معلقات اس امر کا سب سے بڑا ثبوت ہے۔ یہ سات نامور شعراء کے قصیدے تھے جو لکھ کر خانہ کعبہ میں لٹکائے گئے تھے۔

اسلامی دنیا میں علمی اعتبار سے جو ترقی ہوئی اس کا سب سے بڑا ذریعہ قرآن مجید ہے۔ اسلام نے اپنی سب سے پہلی وحی میں علم کی عظمت و فضیلت کا اعلان کر دیا جس کا یہ اثر ہوا کہ وہ جاہل اور بدو لوگ جو کتاب کے نام سے بھی آشنا نہ تھے بڑی بڑی کتابوں کے مؤلف بن گئے۔ قرآن کریم کے مطالعہ کے بعد انہوں نے قرآن کریم کی خدمت کے لئے بے شمار علوم و فنون ایجاد کئے جن کا اسلام سے پہلے تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ قرآن کریم عربوں میں نازل ہوا اور عرب علوم و فنون سے بالکل نابلد تھے۔ انہیں کچھ پتہ نہ تھا کہ تاریخ

کس علم کا نام ہے یا صرف و نحو کون سے علوم ہیں، یا فقہ اور اصولِ فقہ کس چیز کا نام ہے مگر جب وہ قرآن کریم پر ایمان لانے کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے تو قرآن کریم کی وجہ سے انہیں تمام علوم کی طرف متوجہ ہونا پڑا۔ مثلاً جب انہوں نے قرآن کریم میں پڑھا کہ پہلے زمانوں میں فلاں فلاں انبیاء آئے ہیں اور اُن کے ساتھ یہ یہ واقعات پیش آئے تو قرآن کریم کی صداقت کو ثابت کرنے کے لئے انہوں نے گزشتہ واقعات کی چھان بین کی اور اس طرح علمِ تاریخ کی ایجاد عمل میں آئی۔

غرض مسلمانوں کی علمی ترقی کا سب سے بڑا محرک قرآن کریم ہے۔ اور اسی کی برکت سے اسلام کے ابتدائی دَور میں ہی علم کے چرچے رہنے لگے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر مسلمان مرد و عورت پر تحصیلِ علم واجب کر کے تعلیمِ عامہ کی داغ بیل ڈالی اور آپؐ کے زرّیں اقوال اُطلبوا العلم ولو کان بالصین۔ اور اُطلبوا العلم من المھد الی اللحد نے تحصیل علم کی اہمیت اور ضرورت کو واضح اور نمایاں کر دیا اور اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ایک قلیل مدت میں عربوں میں حصولِ علم کا ذوق و شغف اس قدر بڑھا اور انہوں نے طلب کا دامن اتنی دُور تک پھیلایا کہ بقول عیسائی مؤرخ جرجی زیدان:۔

"وہ آشور، بابل، مصر، یونان،
فارس اور ہندوستان کے تمام
علوم کے وارث ہو گئے۔"

غرض مسلمانوں نے ایک قلیل مدت میں عربی زبان کو اتنا متموّل بنا دیا کہ بقول موسیو لیبان یورپ کی یونیورسٹیاں چھ سَو برس تک عربی کتابوں کے تراجم پر زندہ رہیں۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ پندرھویں صدی تک کسی ایسے مصنّف کا حوالہ نہ دیا جاتا تھا جس نے عربی کتب سے استفادہ نہ کیا ہو۔ الغرض مسلم اہلِ قلم نے علم و فن کے تمام شعبوں کی آبیاری کی اور بے نظیر تحریری سرمایہ فراہم کر دیا۔ صرف ایک مضمون تاریخ میں بقول جرجی زیدان اس قدر کتابیں لکھیں جو حد و شمار سے باہر ہیں۔ موجودہ زمانے سے پہلے دُنیا کی کسی قوم نے فنِ تاریخ میں وہ درجہ نہیں حاصل کیا جو مسلمانوں نے پایا۔

مسلمانوں کی یہ علمی اور ثقافتی سرگرمیاں کتب خانوں کے حق میں عظیم الشان محرک ثابت ہوئیں جیسے جیسے تحصیلِ علم اور تالیف و تصنیف کا ذوق عام ہوا اسی طرح کتب خانوں کی توسیع و ترقی ہوتی رہی اور بالآخر کتابیں جمع کرنے کا شوق اتنا بڑھا کہ جملہ اسلامی ممالک کتب خانوں سے معمور ہو گئے۔

اگرچہ اسلامی دُنیا میں اخبار و سِیَر اور احکام و احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا تحریری سرمایہ خلفائے راشدین کے زمانہ میں ہی جمع ہونا شروع ہو گیا تھا مگر کتب خانوں کی شکل میں کتابیں رکھنے اور عربی کے علاوہ دیگر زبانوں سے ترجمہ کی ابتداء بنو امیّہ کے زمانہ سے ہوتی ہے۔ تاریخ کی سب سے پہلی کتاب "کتاب الملوک واخبار الماضیین" امیر معاویہ کے عہد میں لکھی گئی۔ امیر معاویہ کے پوتے خالد بن یزید (متوفی ۸۵ ہجری) نے

اپنی زندگی یونانی علوم خصوصاً کیمیا اور علمِ طب حاصل کرنے میں وقف کر دی تھی۔ ابن الندیم لکھتا ہے کہ اُس نے ایک شخص کو اس لئے ملازم رکھا تھا کہ وہ ان مضامین کی کتابیں اس کے لئے ترجمہ کیا کرتا تھا۔ (الفہرست ۳۴۲)

بالکل ابتدائی دَور میں سب سے پہلے خالد نے ہی کتابیں جمع کیں۔

بنو امیہ کا زمانہ

بنو امیہ کی حکومت (۴۱ ہجری تا ۱۳۲ ہجری) قائم ہونے کے چوبیس سال بعد عبد الملک بن مروان کے عہد میں شاہی کتب خانہ نے اتنی اہمیت حاصل کر لی تھی کہ جب سعید بن جُبیر نے قرآن مجید کی تفسیر لکھی تو اسے شاہی کتب خانہ میں رکھا گیا۔ عبد الملک نے ہر فن پر کتابیں لکھوائیں جس نے کتب خانوں کی ترقی کے لئے زمین ہموار کر دی۔ اس کے بعد حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے عہدِ خلافت میں تصنیف و تالیف کی ترقی ہونے سے کتب خانوں کی بھی ترقی ہوئی۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے احادیث اور مغازی کی طرف خصوصی توجہ دی اور احادیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مجموعے تیار کرا کے تمام ملک میں بھجوائے۔ امام زُہری کے استاد ابوبکر بن حزم انصاری کو احادیث جمع کرنے کا حکم دیا اور عاصم بن قتادہ انصاری کو مغازی اور مناقب کا درس دینے کے لئے متعین کیا۔

علامہ شبلی نے لکھا ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز نے حکیم ماسرجویہ کی ایک کتاب جو اس نے سُریانی زبان سے عربی زبان میں ترجمہ کی تھی خزانۃ الکتب سے نکلوا کر اس کے مزید نسخے شائع کرائے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کے عہد میں بھی اچھے کتب خانے قائم ہو چکے تھے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز کی وفات کے بعد جو ۱۰۱ھ میں ہوئی اموی خلیفہ ولید بن یزید کے کتب خانہ میں کتابوں کی جو کثرت بیان کی گئی ہے اس سے کتب خانوں کی رفتارِ ترقی کا اندازہ ہوتا ہے۔

علامہ شبلی سیرۃ النبیؐ حصہ اول (ص۱۵) میں لکھتے ہیں کہ ولید بن یزید کے قتل کے بعد جب احادیثؐ روایات کا دفتر اُس کے کتب خانہ سے منتقل ہوا تو صرف امام زُہری کی مرویات اور تالیفات گھوڑوں اور گدھوں پر لاد کر لائی گئیں۔

امویوں کے بعد عباسی عہد آیا جس میں علوم و فنون کی غیر معمولی ترقی ہوئی۔ خلیفہ ہارون الرشید نے نہایت وسیع پیمانے پر ایک کتب خانہ بیت الحکمت کے نام سے بغداد میں قائم کیا۔ اب کتابیں جمع کرنے کا شوق صرف بادشاہوں تک ہی محدود نہ رہا بلکہ عوام میں بڑھتا اور پھیلتا چلا گیا یہاں تک کہ کتب خانے اسلامی تہذیب و تمدن کا جزوِ لاینفک بن گئے۔ ایک مصری مصنف عمر ابو النصر اپنی تالیف "الہارون" میں لکھتا ہے کہ بغداد کا کوئی گھر ایسا نہ تھا جس میں ایک کتب خانہ نہ ہو۔ اور کوئی شخص ایسا نہ تھا جسے کتابیں جمع کرنے کا شوق نہ ہو۔

یورپین مؤرخ اسکاٹ کے الفاظ میں اندلس میں کوئی بڑا شہر ایسا نہ تھا جہاں تشنگانِ علوم کو سیراب کرنے کے لئے کم از کم ایک چشمہ (کتب خانہ) نہ ہو۔

کتب خانوں میں کتابوں کی کثرت کا یہ عالم تھا کہ بغداد کے بیت الحکمت میں ۱۰ لاکھ کتابیں تھیں۔ مصر کے فاطمی خلیفہ عزیز باللہ کا کتب خانہ جو خزائن القصور (قاہرہ) کے نام سے موسوم تھا ۱۶ لاکھ کتب پر مشتمل تھا۔ اندلس کے اموی خلیفہ حکم ثانی کے کتب خانہ میں جو قرطبہ میں تھا، ۴ لاکھ کتابیں تھیں۔ ان تینوں کتبخانوں کو مؤرخین نے خصوصی طور پر عظیم الشان بتایا ہے —— درحقیقت یہ کتب خانے مشرق اور مغرب میں علم کے وہ سرچشمے تھے جنہوں نے لوگوں میں علم کی طلب اور تحصیل کا شوق پیدا کر دیا تھا۔

چند کتب خانوں کا تذکرہ

دنیائے اسلام میں بغداد وہ اوّلین مرکز ہے جہاں پہلا عظیم الشان کتب خانہ بیت الحکمت خلیفہ ہارون الرشید (متوفی ۸۰۸ء) نے قائم کیا جس کا فیض ہلاکو کے حملہ بغداد یعنی تیرھویں صدی تک جاری رہا۔ اسلامی کتب خانوں کی تاریخ میں بیت الحکمت ایک سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ وہ کتاب گھر نہ تھا بلکہ پہلا پبلک کتب خانہ تھا جو اعلیٰ پیمانہ پر قائم کیا گیا تھا۔ اس بے نظیر کتب خانے میں عربی، فارسی، سُریانی، قبطی اور سنسکرت زبانوں کی دس لاکھ کتابیں تھیں۔

ہارون الرشید اپنے دادا ابو جعفر منصور کی طرح عالم اور علم و فضل کا مربّی تھا۔ اس نے علوم فنون کی ترویج و اشاعت کے لئے بغداد میں بیت الحکمت کی بنیاد ڈالی تھی۔ اس کے ایک حصہ میں لائبریری اور دوسرے میں تالیف و ترجمہ کا شعبہ تھا۔ ہارون الرشید نے بلالحاظ مذہب و ملّت بڑے بڑے ماہر فاضلوں کو ترجمہ کے کام پر مقرر کیا تھا اور کچھ اسی قسم کی بے تعصبی اس نے اس عظیم الشان کتب خانہ کے لئے کتابوں کی فراہمی میں بھی دکھائی۔ کتابوں کے معاملے میں کسی ملک اور کسی علم کی کوئی قید روا نہ رکھی۔ کتابیں جمع کرنے کے لئے اس نے مختلف ممالک میں اپنے قاصد بھیجے۔ ہندوستان سے بھی طب اور ہیئت کی کتابیں منگوائیں۔ جرجی زیدان نے لکھا ہے کہ:۔

"جو ملک فتح ہوتا تھا وہاں کا
کتب خانہ جلایا نہیں جاتا تھا بلکہ
وہ پایۂ تخت میں منگوا لیا جاتا تھا۔
اور ان کتابوں کا عربی میں ترجمہ کرایا
جاتا تھا"

چنانچہ بلادِ روم کے انقرہ اور عموریہ کی فتح کے موقعہ پر جب کتابوں کا بہت بڑا ذخیرہ، مالِ غنیمت میں ہارون کو دستیاب ہوا تو اس نے کتابوں کو حفاظت کے ساتھ بغداد بھیج دیا اور اپنے عیسائی معالج یوحنا کو ان کا ترجمہ کرنے کا حکم دیا۔

جس طرح محنت اور توجہ سے ہارون الرشید نے کتابیں جمع کی تھیں اسی طرح اس نے جگہ جگہ رصد خانے، لائبریریاں، مدارسِ علمیہ اور سائنٹیفک تحقیقات کے لئے تجربہ گاہیں قائم کیں جن میں دن رات مہندس اور منجم و ہیئت دان

کیمیا وغیرہ کے نئے نئے تجربات اور جدید تحقیقات میں ہمہ تن مصروف رہتے تھے اور عہدِ ہارون کا بغداد علم و فضل کا ایسا منبع بن گیا تھا کہ ہر طرف سے علم کے پیاسے اپنی علمی پیاس بجھانے کی خاطر بغداد کی طرف کھنچے چلے آتے تھے۔ گویا اس زمانہ میں بغداد کی حیثیت ہر لحاظ سے ایک دینی و دُنیوی علوم کی یونیورسٹی کی تھی۔ یہاں بڑے بڑے محدثین، قاری، فقہاء اور ہر علم و فن کے امام موجود تھے جنہوں نے بڑی بڑی مسجدوں میں درس کے سلسلے قائم کر رکھے تھے۔ ان مدارس میں ہزاروں لوگ علم حاصل کرتے تھے۔ جب تک کوئی شخص بغداد آ کر علم حاصل نہ کرتا تھا اور یہاں کے علماء کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ نہ کرتا تھا اس وقت تک اُسے نہ شہرت نصیب ہوتی تھی اور نہ ہی اُسے علماء کے زمرے میں شمار کیا جاتا تھا۔

بغداد کی یہ علمی مرکزیت مامون (متوفی ۲۱۸ھ مطابق ۸۳۳ء) کے عہد میں بہت بڑھ گئی تھی عباسی خلفاء میں مامون سب سے زیادہ صاحب علم و فضل تھا۔ اس کے بیس سالہ دورِ حکومت میں بڑے بڑے کتب خانے اور مدرسے کھلے۔

مامون الرشید کا خاص میلان فلسفہ کی طرف تھا لیکن اس نے دوسرے علوم کی طرف بھی توجہ کی۔ چنانچہ فرّا نحوی سے "کتاب الحدود" بڑے اہتمام سے لکھوائی اور اس کی بہت سی نقلیں کروا کے کتبخانوں میں رکھوائیں۔

فرّا یحییٰ بن زیاد (متوفی ۲۰۷ھ) نحو و لغت اور فنون و ادب کا امام تھا۔ کہتے ہیں کہ اگر فرّا نہ ہوتا تو لغتِ عرب بھی نہ ہوتی۔ فرّا کے کتاب الحدود لکھنے کی تفصیل علامہ شبلی نعمانی نے اپنی "کتاب المامون" میں لکھی ہے جو ذکر کے قابل ہے:۔

"اس کے لئے ایوانِ شاہی کا ایک کمرہ خالی کیا گیا اور خدام و ملازم مقرر کئے گئے۔ تاکہ اُسے کسی ضرورت کے لئے کچھ کہنا نہ پڑے۔ صرف نماز کے وقت اطلاع کی جاتی تھی۔ بہت سے کاتب اور ناقلین اس کام کے لئے معیّن ہوئے کہ جو کچھ فرّا بتاتا جائے لکھتے جائیں۔ دو برس کی محنت میں ایک بسیط کتاب تیار ہوئی۔ راوی کا بیان ہے کہ جو شائقینِ فن اس کے لکھنے کیلئے ہر روز فرّا کی خدمت میں حاضر رہتے تھے میں نے ان کا شمار کرنا چاہا تو نہ کر سکا۔ قاضیوں کو گنا تو اسّی تھے۔"

کتابوں کے تراجم کا سلسلہ بھی بیت الحکمت میں اَوجِ کمال پر پہنچا ہوا تھا۔ ابن الندیم کا بیان ہے کہ ہارون الرشید کے عہد میں فارسی زبان کا عالم ابو سہل الفضل بن نوبخت بیت الحکمت میں ترجمہ کے کام پر مامور تھا۔ اس کی مدد سے بہت سی فارسی کتابیں عربی میں منتقل ہو گئیں۔ (الفہرست صفحہ ۲۸۲)

انقرہ اور عموریہ کی لڑائیوں میں فتح کے بعد

ہارون الرشید کو لا تعداد یونانی کتب ہاتھ لگیں جن کے ترجمہ کے لئے یوحنا بن ماسویہ کو مقرر کیا گیا۔

مامون الرشید کے عہد میں علمی ترقی عروج پر تھی خلیفہ خود بھی بہت بڑا عالم تھا اور اس نے علوم و فنون کی آبیاری کی طرف پوری توجہ دی۔ بیشمار کتب غیر ممالک سے منگوائیں اور انہیں خزانۃ الحکمت کی زینت بنایا اور اس عہد کے بہترین علماء کو انکا ترجمہ کرنے اور ان پر حواشی لکھنے کے لئے مقرر کیا۔ ان میں سے چند علماء کے اسماء گرامی یہ ہیں۔

سلام الحجاج بن مطر۔ ابن البطریق۔
حنین بن اسحاق۔ عمرو بن الفرخان۔
اور اسحاق بن حنین۔
(الفہرست ابن ندیم ص۲۴۱۔ ص۲۳۹۔ ص۲۱۵)

حنین بن اسحاق جن کتابوں کا عربی میں ترجمہ کرتا تھا مامون الرشید ان کتابوں کے وزن کے برابر اس کو سونا عطا کرتا تھا۔ (ابن ابی اصیبعہ جلد ۱)

بہرحال اس محنت و جانفشانی سے جو علمی سرمایہ مہیا کیا گیا اس سے بیت الحکمت کی بے حد توسیع ہوئی۔ لاکھوں کتابیں تو اس میں پہلے ہی جمع تھیں اب قدیم علوم کا کوئی سرمایہ ایسا باقی نہ رہا جو اس کتب خانہ میں نہ ہو۔ یہاں وہ تمام کتابیں موجود تھیں جو اس وقت اسلامی دنیا میں تالیف و تصنیف ہو چکی تھیں۔ زمانہ قدیم کے نوادر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا عبدالمطلب کی ایک تحریر بھی جو چمڑے پر لکھی ہوئی تھی۔

مامون الرشید کی درخواست پر صقلیہ کے حکمران نے یونانی کتابوں کا وہ ذخیرہ بھیج دیا تھا جو ایک مکان میں بند تھا اور جہاں کوئی نہ جا سکتا تھا۔ مامون کو یہ کتب حاصل کر کے بے حد خوشی ہوئی اور یہ تمام کتابیں سہل بن ہارون مہتمم بیت الحکمت کے حوالے کر دی گئیں۔ (مروج العیون۔ ابن نباتہ ص۱۲۶)

بیت الحکمت سب سے پہلا عظیم الشان پبلک کتب خانہ تھا جہاں مختلف علوم و فنون پر مختلف زبانوں میں نہایت بیش قیمت کتابیں جمع تھیں۔ قرون وسطیٰ کے مسلمانوں کی علمی ترقی کے لئے وہ بڑا مرکز تھا۔

بیت الحکمت کے عملہ میں بڑے بڑے علماء اور فضلاء کا تقرر ہوتا تھا۔ سہل بن ہارون، سعید بن ہارون اور سلام جیسے علماء بھی اس کتب خانہ کے مہتمم رہ چکے تھے۔ مستند عالم ابن الندیم بغدادی کے بیان کے مطابق یہ حضرات نہایت فصیح و خوش بیان عالم اور نہایت اعلیٰ پایہ کے مصنف تھے۔ الجاحظ جو خود ایک ممتاز عالم ہے اکثر سہل اور سعید کے حوالے اپنی کتابوں میں دیتا ہے (الفہرست ابن الندیم ص۱۷۴)

کتابوں کی نقل کے لئے نقل نویس ملازم رکھے جاتے تھے۔ یہ نقل نویس قرون وسطیٰ میں وہی کام کرتے تھے جو آجکل چھاپہ خانہ سے لیا جاتا ہے۔ اس قسم [illegible]ں کو ورّاقون کہا جاتا تھا۔ ابن الندیم کے [illegible]ی ورّاقۃ اپنے وسیع معنوں کے لحاظ سے کاغذ، قلم، دوات، نقل نویسی، جلد بندی، کتب فروشی سب پر محیط تھا۔ لیکن علامہ السمعانی نے اپنی کتاب الانساب میں اسے صرف نقل نویسی کے معنوں پر

لیا ہے اور یہی معنے یہاں صحیح بیٹھتے ہیں
بیت الحکمت میں ایک کثیر تعداد کاتبوں کی ملازم تھی ان میں سے ایک علان الشعوبی تھا جو کہ ہارون اور مامون دونوں کے عہد میں رہا۔
(الفہرست ص۱۵۳، ص۱۵۴)

یہ بیت الحکمت کا مختصر تذکرہ ہے۔ اس کے علاوہ بھی بغداد میں کتب خانوں کی بڑی کثرت تھی۔ بارھویں صدی عیسوی میں مشہور سیاح ابن جُبیر اندلسی بغداد آیا تھا۔ اس نے لکھا ہے کہ بغداد میں ۳۰ مدرسے ہیں۔ ہر مدرسے کی عمارت خوبصورتی میں نادر محلات سے بہتر ہے۔ سب سے بڑا اور مشہور مدرسہ نظامیہ ہے۔ تیرھویں صدی عیسوی میں صرف بغداد کے کتب خانوں کی تعداد ۳۶ تھی۔

۲۔ خزائن القصور (قاہرہ)

مصر کا دارالحکومت قاہرہ کتب خانوں کی دنیا میں بہت نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔ جب فاطمی خلیفہ عزیز بدین اللہ ۹۷۵ء میں تخت نشین ہوا تو اس نے یہاں ایک بہت بڑا کتب خانہ خزائن القصور کے نام سے قائم کیا جو اپنے زمانہ کا بے نظیر کتب خانہ تھا اس میں چالیس کمرے تھے۔ مختلف کاموں کے لئے الگ الگ کمرے تھے۔ گیلریاں الگ تھیں جہاں کتابوں کی الماریاں رکھی جاتی تھیں۔ مطالعہ کرنے والوں کے لئے کمرے الگ تھے۔ مسودات کی نقلیں کرنے والوں کیلئے کمرے مخصوص تھے۔ ادبی اجتماعات کے لئے بھی بعض کمرے مخصوص تھے۔ عام کمروں میں فرش پر چٹائیاں یا قالین بچھائے جاتے تھے جہاں مطالعہ کرنے والے مشرقی طرز پر آلتی پالتی مار کر بیٹھتے تھے اور لکھتے پڑھتے تھے۔ کھڑکیوں اور دروازوں پر پردے لٹکائے جاتے تھے۔ داخلی دروازوں پر خصوصیت سے بھاری پردہ لٹکایا جاتا تھا تاکہ سردی کے موسم میں ٹھنڈی ہوا سے بچاؤ ہو سکے۔

کمروں کی وسعت کا یہ حال تھا کہ ہر کمرہ میں اٹھارہ ہزار کتب رکھنے کی گنجائش تھی۔ جن میں فقہ، نحو، لغت، حدیث، تاریخ، ہیئت اور کیمیا وغیرہ کی سولہ لاکھ کتابیں رکھی ہوتی تھیں۔ اس تعداد میں کتابوں کے مکرر نسخے بھی شامل ہیں۔ جرجی زیدان لکھتا ہے کہ ان مکررات کو نکالنے کے بعد بھی کتابوں کی تعداد دس لاکھ سے کم نہ تھی۔ ان میں چھ ہزار کتابیں صرف علم ریاضی اور ہیئت کی تھیں۔ تاریخ طبری کے بارہ سو نسخے اور قرآن مجید کے دو ہزار چار سو نسخے مشہور و معروف خطاطوں کے لکھے ہوئے تھے۔ اس کتب خانہ کی اکثر کتابوں کا خط نہایت پاکیزہ اور ان کی جلدیں سونے چاندی کے نقش و نگار سے مزین تھیں۔

خزائن القصور قرون وسطیٰ کے کتب خانوں میں اس لحاظ سے بھی امتیاز رکھتا تھا کہ اس سے استفادہ کرنے کی عام اجازت تھی۔ بالخصوص قاہرہ کے مدرسوں کے طلباء یہاں سے کتابیں مستعار لے سکتے تھے۔ بلکہ طلبہ کی سہولت کے لئے پبلک کتب خانوں سے دور دراز مقامات تک کتابیں بھجوائی جاتی تھیں۔ اس

کے لیے کبھی کبھی کوئی رقم بطور ضمانت جمع کرائی جاتی تھی۔
لیکن ممتاز اور سربرآوردہ علماء کو اس قاعدہ سے مستثنیٰ
کر دیا جاتا تھا۔ کتاب لینے والے سے درخواست کی
جاتی تھی کہ وہ اس کی حفاظت کرے۔

ابتدا میں اس کتب خانے کی کوئی مکمل فہرست
نہ تھی بلکہ ہر کمرہ کے دروازہ پر اس کمرہ کی کتب کی فہرست
لٹکی رہتی تھی لیکن ۴۳۵ھ میں ابوالقاسم الجرجانی
وزیر کے حکم سے اس کتب خانہ کی مکمل فہرست تیار کی گئی
اور اس کام کے لیے قاضی ابوعبداللہ القضاعی اور
ابوخلف الوراق کا تقرر عمل میں آیا۔

اجراء کتب کے متعلق مصر کے ڈاکٹر احمد شلبی
اپنی کتاب ہسٹری آف مسلم ایجوکیشن میں لکھتے ہیں کہ جب
کسی کتاب کے ایک سے زیادہ طلبگار ہوتے تو ان میں
سے جو غریب ہوتا اسے ترجیح دی جاتی تھی۔

مصر کے کتب خانوں میں جامعہ ازہر کا کتب خانہ
اس اعتبار سے ایک منفرد حیثیت رکھتا ہے کہ یہ
اس وقت سے لیکر آج تک طالبانِ علم کو سیراب
کر رہا ہے۔ جامعہ ازہر کی تعمیر فاطمی خاندان کے خلیفہ
معز لدین اللہ کے عہد میں ہوئی تھی۔ ان کا زمانہ حکومت
۹۶۸ء سے ۹۷۵ء ہے اور اسی عہد میں یعنی ۹۶۹ء
میں مصر کا دارالخلافہ تعمیر ہوا۔ اس کے بعد خلیفہ عزیز باللہ
کے زمانہ میں اس کی اتنی ترقی ہوئی کہ اس کتب خانہ میں
جملہ علوم و فنون کی تقریباً دو لاکھ کتابیں جمع ہو گئی تھیں۔
فاطمین مصر کی یہ عظیم علمی یادگار آج تک موجود ہے۔
اس کے علاوہ باقی سب خانے اور مدرسے نیست و نابود
ہو گئے۔ چھٹی صدی ہجری میں کُردوں نے بڑی بے دردی
سے فاطمین مصر کی علمی دولت تباہ و برباد کر ڈالی۔ ان
وحشیوں نے کتابوں کی جلدوں کے چمڑے سے اپنے جوتے
بنوائے اور کتابوں کے اوراق جلا دیئے۔ ہزاروں
کتابیں دریائے نیل میں پھینک دیں اور سینکڑوں کتابیں
کھلے میدانوں میں ایک لمبے عرصہ تک پڑی رہیں جن پر
جرجی زیدان کے الفاظ میں ہواؤں نے ترس کھا کر خاک
ڈال دی اور وہ مقامات ایک عرصہ تک کتابوں کے
ٹیلوں کے نام سے مشہور رہے۔ اس تباہی و بربادی کے
باوجود فاطمی کتب خانوں کی لاکھوں کتابیں صلاح الدین
ایوبی کی فتح مصر (۱۱۷۱ء) تک باقی تھیں۔ ان میں
سے ایک لاکھ بیس ہزار کتابیں سلطان ایوبی نے اپنے
وزیر الفاضل کو عنایت کر دی تھیں جس نے ان سب کتب
کو کتب خانہ مدرسہ فاضلیہ میں داخل کر کے اس کی رونق
میں اضافہ کیا۔

قاہرہ میں جو مختلف کتب خانے قائم ہوئے
ان میں کتب خانہ محمودیہ نہایت قیمتی تھا۔ اس میں
کتابوں کی تعداد تو صرف چار ہزار تھی مگر ان میں
بہت سی نامور علماء اور مصنفین کے ہاتھ کی لکھی ہوئی
تھیں۔ نویں صدی ہجری تک یہ کتب خانہ محفوظ رہا۔
اس کے بعد منتشر ہونا شروع ہو گیا۔ ترک سلطان
سلیم عثمانی کی فتح مصر کے بعد اس کی بہت سی کتابیں
قسطنطنیہ منتقل کر دی گئیں اور ان کا کچھ حصہ ضائع بھی
ہو گیا۔ بچی کھچی کتابوں میں سے اٹھاون کتابیں کتب خانہ
خدیویہ مصر میں اور کچھ کتابیں کتب خانہ خدا بخش بانکی پور

(پٹنہ) بھارت میں محفوظ ہیں۔ فقہ شافعی کی مشہور کتاب "الحاوی الکبیر" کی جلد سوم جو کبھی کتب خانہ محمودیہ کی زینت تھی آجکل علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی لائبریری میں ہے۔

اس کتب خانہ کے ناظموں میں سراج الدین اور فخر الدین الطاغی کے بعد علامہ ابن حجر عسقلانی (شارح بخاری) جیسے عظیم مصنف کا نام بھی ملتا ہے۔ علامہ ابن حجر نے اس کتب خانہ کی دو فہرستیں تیار کی تھیں۔ ایک فہرست حروف تہجی کے اعتبار سے تھی اور دوسری فن کے اعتبار سے۔

اس عظیم الشان کتب خانہ کا بانی ایک مصری مدبر اور سیاست دان جمال الدین محمود بن علی الاستاذ الظاہری تھا جو اپنے قائم کئے ہوئے مدرسہ محمودیہ کے ایک گوشے میں آرام کی نیند سو رہا ہے۔

اندلس کے کتب خانے

۹۲ھ مطابق ۷۱۱ء طارق بن زیاد نے اپنی بارہ ہزار فوج سے نصاریٰ کے ایک لاکھ لشکر جرار کو شکست دیکر اندلس میں اسلامی سلطنت کی داغ بیل ڈالی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب یورپ میں جہل و جمود کی تاریکیاں چھائی ہوئی تھیں اور اخلاقی پستی اور علم دشمنی کا یہ عالم تھا کہ علم کے نام لیوا ہر قسم کے ظلم وستم کا نشانہ بنائے جاتے تھے۔ اس ظلمت کدہ میں پہلے پہل مسلمانوں نے علم اور تہذیب کے چراغ روشن کئے۔ اسلامی دور میں اندلس کا ہر شہر علم و فن کا ملجا و ماویٰ بن گیا تھا۔ ان میں دار الخلافہ قرطبہ کو خاص عظمت حاصل تھی۔ اس چوبیس میل لمبے اور ساڑھے میل چوڑے شہر کی دس لاکھ آبادی میں ۸۰۰ مساجد اور سینکڑوں مدرسے اور کتب خانے تھے جن کا علمی فیض پورے مغرب میں پھیلا ہوا تھا۔ بقول علامہ اقبال ؎

ہے زمینِ قرطبہ بھی دیدۂ مسلم کا نور
ظلمتِ مغرب میں جو روشن تھی مثلِ شمع طور

تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ اندلس میں صرف کتب خانے ہی قائم نہیں ہوئے بلکہ علم پرور بادشاہوں خصوصاً عبد الرحمٰن اوّل، ہشام اوّل اور حکم اوّل، عبد الرحمٰن ثانی، عبد الرحمٰن ثالث اور حکم ثانی کے عہد حکومت میں علم و فن کے ہر شعبہ نے انتہائی عروج پایا اور تعلیم اتنی پھیلی کہ بقول عیسائی مؤرخ (دوسِنے) اسلامی اندلس میں ہر متنفس لکھنا پڑھنا جانتا تھا، لیکن مسیحی یورپ میں سوائے بڑے درجہ کے لوگوں یا راہبوں کے سب جاہل تھے۔ سکاٹ نے لکھا ہے کہ قرطبہ، اشبیلیہ، طلیطلہ اور غرناطہ کی یونیورسٹیاں شاندار کتب خانوں اور اعلیٰ درجہ کی لیبارٹریوں سے معمور تھیں۔ صرف قرطبہ میں ۸۰۰ اور غرناطہ میں ۲۷ مدارس تھے۔ کتب خانوں کی تو کوئی انتہا ہی نہ تھی۔ شاہی، تعلیمی، شخصی غرض ہر قسم کے کتب خانے موجود تھے۔ صرف غرناطہ میں عام کتب خانوں کی تعداد ۷۰ تھی۔ اسکاٹ مزید لکھتا ہے:-

"کوئی بڑا شہر ایسا نہ ہوتا تھا جہاں
تشنگانِ علوم کو سیراب کرنے کیلئے
کم از کم ایک چشمہ (کتب خانہ) نہ ہو۔

ان کتب خانوں کی الماریاں ہر شخص کے لئے جو اُن سے مستفیض ہونا چاہتا تھا کھُلی رہتی تھیں۔ فہرستیں ہر کتب خانہ میں مہیا رہتی تھیں تاکہ ہر شخص کو تمام کتابوں کے نام اور ان کے مضامین بآسانی معلوم ہو سکیں۔ بہت سی کتابیں مُطَلّا اور مُذَہَّب ہوتی تھیں قیمتی کتابوں کی جلدیں خوشبو دار لکڑی اور گل دار چمڑے سے باندھی جاتی تھیں اور بعض پر سونا چڑھا ہوتا تھا اکثر کتب خانوں میں کتابیں خوشبودار اور قیمتی لکڑیوں مثلاً عود، آبنوس اور صندل کے بکسوں میں رکھ کر الماریوں میں رکھی جاتی تھیں۔"

(اخبار الاندلس جلد سوم صفحہ ۵۱۶)

اندلس میں کتب خانوں کی تحریک سب ہی بادشاہوں کے عہد میں پھلی پھولی مگر اس باب میں خلیفہ الحکم ثانی متوفی ۹۷۶ء سب پر سبقت لے گیا۔ وہ کتابیں جمع کرنے کا بڑا شائق تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اس کے برابر کوئی عالم و فاضل حکمران سپین میں نہیں گزرا۔ الحکم نے قرطبہ میں جو کتب خانہ قائم کیا تھا۔ مؤرخین نے اس کی بہت تعریف کی ہے۔ جرجی زیدان نے لکھا ہے کہ یہ کتب خانہ تمام قدیم اسلامی کتب خانوں سے سبقت لے گیا تھا۔ اسکاٹ کا بیان ہے کہ یہ وہ خزانہ تھا جو علماء کو محظوظ کرتا اور جاہلوں اور وہمیوں کو متحیر۔ اس کتب خانہ میں عربی، یونانی، عبرانی وغیرہ کی چار لاکھ کتابیں جمع تھیں جن کی فہرست چوالیس جلدوں میں تھی۔

اِس کتب خانے میں سینکڑوں کی تعداد میں کاتب اور جلد ساز اور دوسرے ملازم کام کرتے تھے۔ اُنکے اخراجات کے لئے باقاعدہ بجٹ بنتا تھا۔ کتب خانہ کے مہتمم کا عہدہ الحکم کی نظر میں اتنا اہم تھا کہ اس نے اپنے بھائی عبدالعزیز کو اس پر مقرر کیا

سب سے زیادہ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ اس کتب خانہ کی چار لاکھ کتابوں میں سے بہت سی کتابیں ایسی تھیں جن کا الحکم نے مطالعہ کیا تھا اور ان پر مفید حواشی لکھ کر کتب خانہ کی افادیت کو دوبالا کر دیا تھا۔ نَفْحُ الطِّیب کے مصنف کا بیان ہے کہ الحکم کی عادت تھی کہ جس کتاب کو وہ پڑھتا اُس پر مصنف کا شجرہ نسب، اس کی جائے پیدائش اور اس کی تاریخ وفات بھی لکھ دیا کرتا تھا۔

الحکم کی علم نوازی اور کتابوں سے شیفتگی ضرب المثل بن گئی تھی۔ دُور دراز ممالک سے علماء اور کتابوں کی آمد کا تانتا لگا رہتا تھا۔ کتابوں کی فراہمی کے لئے الحکم نے تمام اہم مراکز میں اپنے سفراء مقرر کئے جو اُس کے لئے کتب خرید کر بھجواتے تھے اور جن کی قیمتیں وہ بڑی فیاضی کے ساتھ ادا کرکے سفراء اور مصنفین کی حوصلہ افزائی کرتا رہتا تھا۔ ایک مرتبہ اس نے ابوالفرج اصفہانی (متوفی ۳۵۶ھ) کو اس کی تالیف کتاب الاغانی کے صلہ میں ایک ہزار

دینار (تقریباً ساڑھے چھ ہزار روپے) بھیجے ۔ یہ
کتاب عرب شاعری اور موسیقی کے متعلق معلومات
کی مشہور و مستند کتاب ہے جس میں مغنیوں اور شعراء کا
تفصیل سے ذکر ہے۔

آئیے اب ذرا ایک نظر میں یہ بھی دیکھیں کہ اندلس
کے ان کتب خانوں نے یورپ پر کیا اثرات چھوڑے۔

جس طرح بغداد، دمشق اور دوسرے علمی مراکز
نے تمام بر اعظم ایشیا میں ایک علمی و ادبی فضا پیدا
کر دی تھی۔ اسی اسلامی اندلس کے مدرسوں اور کتب خانوں
نے یورپ کی تعلیمی اور تہذیبی زندگی پر نہایت گہرا اور
پائیدار اثر ڈالا۔ اس زمانہ میں اندلس تمام یورپ کی واحد
علمی جگہ تھی جہاں آزادی کے ساتھ تعلیم حاصل کی جا سکتی
تھی۔ چنانچہ طالبانِ علم یورپ سے کھنچے چلے آتے اور
یہاں کے اداروں سے فیض اٹھاتے تھے۔ ان میں سے
ایک شخص Gerbert جس نے قرطبہ کی
یونیورسٹی میں تعلیم پائی تھی اور جو ۹۹۹ء میں سلوسٹر
دوم کے نام سے پوپ کے عہدہ پر سرفراز ہوا تھا،
اس کے متعلق لکھا ہے کہ اندلسی کتب خانوں سے فائدہ
اٹھا کر ایسے عجیب و غریب علوم و معارف اپنے
ہم مذہبوں کے سامنے رکھے کہ انہوں نے اس پر
جادوگری کی تہمت لگا دی اور اسے زہر دیکر مروا ڈالا
لیکن ان وحشیانہ مظالم کے باوجود یورپ میں کچھ
افراد ابن سینا، ابن رشد اور فارابی جیسے علماءِ اسلام
کی کتابوں سے روشنی حاصل کرتے رہے اگرچہ عیسائی
مذہب کے راہنما ان کتب کے سخت مخالف تھے اور
ان کا مطالعہ انہوں نے کفر قرار دے دیا تھا لیکن رفتہ
رفتہ اہلِ یورپ مسلم مفکرین کی تصنیفات کے اس قدر
دلدادہ ہو گئے کہ بقول مؤرخ اسکاٹ "یہ ممنوعہ کتابیں
یورپ کے ہر دَیر میں نہایت شوق سے پڑھی جانے
لگیں" اور وہ ابن رشد جسے گالیاں دینا عیسائی دنیا
نے اپنا مذہبی شعار بنا لیا تھا اس کی تصانیف ۱۲۷۴ء
میں یورپ کے نصابِ تعلیم میں شامل ہو گئیں۔

لاریب عقل و خرد کو بیدار کرنے والی یہ تصانیف
اہلِ یورپ کی مذہبی اور علمی زندگی میں انقلاب پیدا
کرنے کا ایک زبردست آلہ ثابت ہوئیں۔ یہ بھی کہا جاتا
ہے کہ مارٹن لوتھر نے اصلاحِ مذہب کی جو تحریک پروٹسٹنٹ
کے نام سے جاری کی تھی وہ بڑی حد تک ایک بیداری
کا نتیجہ تھی جو مسلم علماء و حکماء کی تصانیف کے اثر سے پیدا
ہوئی تھی۔ ایک ماہرِ علمِ جغرافیہ ادریسی کی تصانیف نے
جو لاطینی زبان میں ترجمہ ہوئیں جغرافیہ کا علم یورپ میں
پھیلایا۔ بحری دنیا میں ابن ماجد کی تصنیفات اور اس
کے تجربات پندرھویں صدی عیسوی سے انیسویں صدی
عیسوی کے وسط تک جہاز رانوں کے لئے شمع راہ کا کام
دیتے رہے۔

مشہور پرتگالی جہاز ران واسکوڈے گاما نے اپنے
بیڑہ کو مشرقی افریقہ کے ساحل سے ہندوستان کی بندرگاہ
کالی کٹ تک لے جانے (مئی ۱۴۹۸ء میں) اور تمام دنیا
کا چکر لگانے میں ابن ماجد کی تصانیف اور معلومات سے
بہت استفادہ کیا۔ نئی دنیا یعنی امریکہ کے دریافت کرنے
والے کولمبس نے خود اس امر کا اعتراف کیا ہے کہ اس نے

امریکہ کی دریافت کرنے میں ان نظریات و قیاسات سے بہت فائدہ اٹھایا جو عربوں نے اپنی تصانیف میں پیش کئے ہیں۔

عیسائی مؤرخین گبن، لین پول، اسکاٹ اور موسیو لیبان بھی یہ کہتے ہیں کہ مسلمانوں کی درسگاہوں اور ان کی تصانیف کی بدولت وہ اسباب فراہم ہوئے جن کے اثر سے یورپ جہالت کی تاریکی سے نکلا اور اس دورِ ترقی کا آغاز ہوا جو نشاۃِ ثانیہ کے نام سے مشہور ہے۔ تمدنِ عرب کے مصنف نے لکھا ہے کہ اگر عربوں کا نام تاریخ سے نکال دیا جاتا تو یورپ کی علمی نشاۃِ ثانیہ کئی صدیاں پیچھے ہٹ جاتی۔ موسیو لیبان کہتا ہے کہ یونانی تصانیف کا علم ان کے عربی تراجم ہی کے ذریعہ پھیلا۔ انہی ترجموں کی بدولت وہ تصانیفِ قدیمہ ہم تک پہنچی ہیں جن کی اصل بالکل تباہ ہو گئیں اور دنیا کو عربوں کا ممنون ہونا چاہیئے کہ انہوں نے اس ذخیرۂ بے بہا کو تلف ہونے سے بچایا۔ لیکن افسوس کہ اندلس کے کتب خانوں کی تباہی و بربادی میں سب سے بڑا ہاتھ اُس قوم کا ہے جسے مسلمانوں نے علم و تہذیب کی نعمتیں بخشی تھیں۔

(محمد شفیق قیصر)

حضرت المصلح الموعودؓ کا ایک رؤیا

"پرسوں یا اترسوں رات کے وقت جب میری آنکھ کھلی تو بڑے زور کیساتھ میرے قلب پر یہ مضمون نازل ہو رہا تھا کہ برطانیہ اور روس کے درمیان ایک ماڈیفائڈ (MODIFIED) ٹریٹی ہو گئی ہے جس کی وجہ سے مشرق وسطیٰ کے اسلامی ممالک میں بڑی بے چینی اور تشویش پھیل گئی۔ فرمایا ماڈیفائڈ کے معنی ہوتے ہیں سمویا ہوا۔ وسطی میں سمجھتا ہوں کہ یہ الفاظ اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ غالباً بیرونی دباؤ اور بعض خطرات کی وجہ سے برطانیہ مخفی طور پر روس کے ساتھ ایسا سمجھوتہ کر لیگا جس کی وجہ سے روسی دباؤ مشرق وسطیٰ پر بڑھ جائیگا۔ اس وقت میرے ذہن میں عراق، فلسطین اور شام کے ممالک آئے ہیں یعنی ان ممالک کے اندر روس اور انگریزوں کے سمجھوتہ کر لینے کی وجہ سے گھبراہٹ اور تشویش پیدا ہو گی کہ انگریز جو سختی کے ساتھ روس کی مخالفت کر رہے تھے انہوں نے یہ سمجھوتہ اس سے کس بنا پر کیا ہے۔ جہاں تک مستقل اور آخری مرحلہ کا سوال ہے قرآن کریم اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ان اقوام میں جنگ تو ضرور ہو گی لیکن بعض اوقات سیاسی اغراض کے ماتحت دشمن کے دباؤ کو کم کرنے کے لئے یا اس کے حملہ سے بچنے کے لئے حکومتیں وقتی طور پر صلح کر لیتی ہیں تا کہ کوئی خطرہ نہ رہے معلوم ہوتا ہے کہ انگریز، روس کے خیال سے اپنا حفاظتی پہلو مضبوط کرنے کے لئے مجبوراً کوئی سمجھوتہ روس کے ساتھ کر لیں گے۔ سیاسی دباؤ بعض اوقات بڑے بڑے نتائج پیدا کر دیا کرتے ہیں اور حکومتیں اس دباؤ کی وجہ سے ایسا قدم اٹھانے کیلئے مجبور ہو جاتی ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ برطانیہ اور امریکہ جو پہلے روس کے مفاد کے راستہ میں حائل رہتے تھے اب بعض سیاسی حالات یا اغراض کے باعث اس کی مخالفت کو چھوڑ دیں گے۔ اور ادھر روس بھی جو بعض باتوں میں برطانیہ اور امریکہ سے چپقلش رکھتا تھا اب ان کی مخالفت کو ترک کر دے گا۔"

(الفضل ۳۰ مئی ۱۹۴۷ء)

بخش کچھ علم کے خزینے سے

دیکھ کر بے ثباتِ دُنیا کو　　اِک دُھواں سا اُٹھے ہے سینے سے

زندگی نام ہے مصائب کا　　تنگ آیا ہوں ایسے جینے سے

مَوت کا وقت جب بھی یاد آیا　　مجھ کو آنے لگے پسینے سے

ان کے دستِ کرم نے تھام لیا　　ورنہ ہم تو گرے تھے زینے سے

نفسِ سرکش نہ ہو کبھی غالب　　بچ کے رہیئے ذرا کمینے سے

تھوڑی پینا بھی کوئی پینا ہے　　باز آیا مَیں ایسے پینے سے

یاد اب تک ہیں اُن کی مست آنکھیں　　دل میں اُترے ہیں دو نگینے سے

مجھ سے فرقت کی داستاں نہ پُوچھ　　شب بھی لمبی ہوئی مہینے سے

ٹوٹ جائے مرا نہ شیشۂ دل　　اس کو رکھیں کہیں قرینے سے

دَر پہ تیرے ہے اِک فقیر آیا　　بخش کچھ فضل کے خزینے سے

رام ہوتی ہے پیار سے دُنیا　　سب کو نفرت ہے بغض و کینے سے

ربط جس کو نہیں ہے "ربوہ" سے　　کام اُس کو ہے کیا "مدینے" سے

"احمدیت" خدا کی رحمت ہے　　اس کو رکھیں لگا کے سینے سے

شادؔ طوفان ابتلاؤں کے
خُوب کھیلے مرے سفینے سے

مبارک نعیم شاد

انجنیئر محمود مجیب اصغر صاحب بھیروی
کوٹ ادو ۔ ضلع مظفر گڑھ

قرآن مجید اور انجنیئرنگ

وَكُلُّ الْعِلْمِ فِي الْقُرْآنِ لٰكِنْ ؎ تَقَاصَرَ عَنْهُ أَفْهَامُ الرِّجَالِ

قرآن مجید علوم ظاہری اور باطنی سے پُر ہے۔ کوئی علم، کوئی سائنس، کوئی ٹیکنالوجی، کوئی فلسفہ، کوئی حکمت اور کوئی ایسا نکتہ نہیں جو قرآن مجید میں بیان نہ ہوا ہو۔ فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ٥ (البیّنہ: ۴) قرآن مجید میں تمام کامل صداقتیں اور علوم اوّلین و آخرین درج ہیں۔ یہ محض دعویٰ ہی نہیں بلکہ ایک حقیقت ہے۔ قرآن مجید کے دقائق اور معارف بحرِ ذخار کی طرح جوش مار رہے ہیں۔ گویا قرآن مجید ایک ایسا وسیع ذخیرہ اور خزانہ ہے جو انسان کی تمام ضرورتوں کو پورا کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں فرماتا ہے وَإِنْ مِّنْ شَيْءٍ إِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ وَمَا نُنَزِّلُهٗٓ إِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ٥ (الحجر: ۲۲) یعنی کوئی چیز ایسی نہیں جس کے غیر محدود خزانے ہمارے پاس نہ ہوں لیکن ہم اُسے ایک معیّن اندازے سے ہی اُتارا کرتے ہیں۔

قرآنی علوم کی وسعت کے متعلق فرمایا۔ قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ٥ (الکھف: ۱۱۰) وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ٥ (لقمان: ۲۸) یعنی اے رسولؐ! تُو ان کو کہہ دے کہ اگر ہر ایک سمندر میرے رب کی باتوں کو لکھنے کے لیے روشنائی بن جاتا تو میرے رب کی باتوں کے ختم ہونے سے پہلے ہر ایک سمندر کا پانی ختم ہو جاتا تو اسے زیادہ کرنے کے لیے ہم اتنا ہی اور پانی سمندر میں لا ڈالتے۔ اگر زمین میں جتنے درخت ہیں ان کی قلمیں بن جائیں اور سمندر سیاہی سے بھرا ہوا ہو اور اسی طرح سات اور سمندر بھی سیاہی کے اس میں ملا دیئے جائیں تو بھی اللہ تعالیٰ کے نشان ختم نہیں ہوں گے۔

پس قرآنی خزائن تمام علوم اوّلین و آخرین پر مشتمل ہیں اور دنیا کا کوئی بھی علم خواہ کتنی ہی ترقی کے مدارج طے کرلے وہ احاطۂ قرآن سے باہر نہیں جا سکتا۔

اسلام میں علوم حاصل کرنے کی تلقین

اللہ تعالیٰ نے انسان کے لئے زمین و آسمان کو پیدا کیا اور ان میں پہاڑ، دریا، سورج، چاند، درخت، سمندر وغیرہ بنائے اور ان سب کو انسان کے لئے مسخر کر دیا اور فرمایا کہ اے بنی آدم تم آسمان و زمین کی پیدائش پر غور کرو اور آسمانی اور زمینی علوم سیکھو اور اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگتے رہو۔ رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا (طٰہٰ ۱۱۵) کہ اے اللہ! میرے زمینی اور آسمانی علوم کو بڑھا۔ کیونکہ اہل علم اور بے علم لوگ کبھی برابر نہیں ہو سکتے۔ اہل علم لوگ بے علم لوگوں سے بہتر ہیں۔ ھَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ (الزمر: ۱۰) یعنی کیا علم والے لوگ اور جاہل برابر ہو سکتے ہیں؟

حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے علم سیکھنا ہر مسلمان پر فرض قرار دیا ہے۔ فرمایا طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَۃٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ وَّمُسْلِمَۃٍ (ابن ماجہ) کہ علم سیکھنا ہر مسلمان مرد و زن پر فرض ہے۔ نیز فرمایا اُطْلُبُوا الْعِلْمَ مِنَ الْمَھْدِ اِلَی اللَّحْدِ کہ ماں کی گود سے لے کر قبر تک علم حاصل کرو۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:-

"آج کل دین کی خدمت اور اعلائے کلمۃ اللہ کی غرض سے علوم جدیدہ حاصل کرو اور بڑے جدّ و جہد سے حاصل کرو۔"

(تقریر جلسہ سالانہ ۱۸۹۷ء)

اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ دعا سکھلائی۔ رَبِّ عَلِّمْنِیْ مَا ھُوَ خَیْرٌ مِّنْ عِنْدِكَ کہ اے میرے ربّ! مجھے وہ علوم سکھا جو تیرے نزدیک بہتر ہوں۔

علوم انجنیئرنگ اور قرآن مجید

انجنیئرنگ:- انجنیئرنگ اس آرٹ اور سائنس کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ بنی نوع انسان مادے اور قدرتی وسیلوں کو بروئے کار لا کر مختلف نوع کے Structures۔ تعمیرات، مشینیں اور مصنوعات بنا کر روزمرہ زندگی میں استعمال کرتا ہے۔

آرٹ:- آرٹ اس مہارت یا صلاحیت کو کہتے ہیں جس کے ذریعے قدرتی وسائل کو انسانی دوام کے لئے اپنایا جائے۔

سائنس:- سائنس ایسا جامع علم یا جامع معلومات ہیں جن کو عام قدرتی اصولوں کے ضابطۂ عمل میں لا کر ایک خاص ترتیب و تعدیل کے ساتھ ترقی دی گئی ہو۔

بطور پیشہ انجنیئرنگ مہارت اور صلاحیت اور عام قدرتی قوانین کے مستند علم کو چاہتی ہے جس کے ذریعے قوانین مادہ اور قوانین توانائی کو تعمیرات، مشینوں اور مینو فیکچرڈ پراڈکٹس یا مصنوعات میں استعمال کیا جائے۔

قرآن مجید نے قدرتی وسیلوں اور مادی اشیاء کا ذکر بڑے احسن طریق پہ کیا ہے اور بتایا ہے کہ ان کو کس طرح استعمال میں لا کر بنی آدم ترقی کی راہوں پر گامزن ہو سکتا ہے اور اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید نہ صرف مادی اور قدرتی وسیلوں کے بہترین استعمال کی طرف رہنمائی فرماتا ہے بلکہ آج سے چودہ سو سال پہلے سے وہ تمام پیشگوئیاں بھی کر دی ہیں کہ سائنسدان اور انجنیئرز کیا کیا چیزیں بنائیں گے ـ اور کس طرح اس کو انسانی فائدہ کے لئے استعمال کریں گے۔ ذیل میں چند ایک قرآنی پیشگوئیاں اس ضمن میں تحریر کی جاتی ہیں جو کہ اب تک پوری ہو چکی ہیں۔

انجنیئرنگ کی ترقی کی قرآنی پیشگوئیاں:۔

۱۔ ٹرانسپورٹ مکینیکل اور ایروناٹیکل انجنیئرنگ

وَإِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ۝ (التکویر:۵)

اور جب دس ماہ کی حاملہ اونٹنیاں آوارہ چھوڑ دی جائیں گی

وَإِذَا النُّفُوسُ زُوِّجَتْ ۝ (التکویر:۸) اور جب مختلف نفوس جمع کئے جائیں گے یعنی سفر آسان ہو جائیں گے

نزولِ قرآن کے وقت انسان زیادہ تر اونٹوں اور گھوڑوں پہ سواری کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایک وقت آنے والا ہے جبکہ اونٹوں کی سواری کا رواج ختم ہو جائے گا اور نہایت ہی تیز رفتار بسیں، کاریں اور ریل گاڑیاں ایجاد ہو جائیں گی یہی نہیں بس نہیں کیا بلکہ ہوائی جہاز اور دخانی جہاز بھی ایجاد ہو جائیں گے۔ جیسا کہ فرمایا وَّالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيرَ لِتَرْكَبُوهَا وَزِينَةً ۚ وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُونَ (النحل:۹) وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنشَآتُ فِي الْبَحْرِ كَالْأَعْلَامِ (الرحمٰن:۲۵)

یعنی خدا تعالیٰ نے تمہارے لئے گھوڑوں، خچروں اور گدھوں کو بھی تمہاری سواری کے لئے نیز زینت و شان کے لئے پیدا کیا ہے اور آئندہ بھی وہ تمہارے لئے سواری کا مزید سامان (ریل، ہوائی جہازوں اور موٹر کاروں وغیرہ کی شکل میں) پیدا کرے گا جسے تم ابھی نہیں جانتے۔ اور اس کی بنائی ہوئی کشتیاں بھی ہیں اور اس کے بنائے ہوئے جہاز بھی ہیں جو سمندروں میں پہاڑوں کی طرح دکھائی دیتے ہیں یعنی دخانی جہاز جو کہ ہمارے زمانے میں نکلے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں موٹروں، ریل گاڑیوں، ہوائی جہازوں وغیرہ کی ایجادات کو ہی ہم ٹرانسپورٹ، مکینیکل اور ایروناٹیکل انجنیئرنگ کہتے ہیں۔

۲۔ سول انجنیئرنگ

وَإِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ۝ (التکویر:۷)

وَإِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ۝ (الانفطار:۴) مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ ۝ (الرحمٰن:۲۰) اور جب دریاؤں کو نکال کر دوسرے دریاؤں یا نہروں میں ملا دیا جائے گا۔ اور جب سمندر پھاڑ کر ملا دیئے جائیں گے۔ خدا نے دو سمندروں کو اس طرح ملایا ہے کہ وہ ایک وقت میں مل جائیں گے۔

یہ قرآنی آیات ظاہر کرتی ہیں کہ ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے جس میں سول انجنیئرنگ اتنی ترقی کرے گی کہ

دریا آپس میں رابطہ نہروں یعنی Link Cannals کے ذریعہ ملا دیئے جائیں گے اور دریا کے آگے بیراج اور ڈیم اور ہیڈ ورکس بنا کر پانی کو نہروں میں منتقل کیا جائیگا نیز سمندر بڑی بڑی آبناؤں کے ذریعے ملا دیئے جائیں گے جیسے بحیرہ قلزم اور بحیرہ روم کو ایک طرف اور بحر اوقیانوس اور بحر اکاہل کو دوسری طرف علی الترتیب نہر سویز اور نہر پانامہ کے ذریعے ملا دیا گیا ہے۔ سول انجینئرنگ کی اس مخصوص برانچ کو ہم ہائیڈرالکس (HYDRAULICS) انجینئرنگ کہتے ہیں۔

۳۔ مائننگ (MINING) انجینئرنگ:۔

وَاِذَا الۡاَرۡضُ مُدَّتۡ ۝ وَاَلۡقَتۡ مَا فِيۡهَا وَتَخَلَّتۡ ۝ (انشقاق ۴-۵) اور جب زمین پھیلا دی جائے گی اور جو کچھ اس میں ہے وہ اس کو نکال پھینکے گی اور خالی ہو جائے گی۔ یعنی ایک زمانہ آئے گا کہ زمین کے ساتھ بہت سے کُرّے مثلاً چاند اور مریخ وغیرہ مل جائیں گے (کیونکہ انسان وہاں تک پہنچ جائے گا) اور جیالوجی کا علم اتنا وسیع ہو جائے گا کہ زمین کے باریک در باریک راز جیسے اس کی تاریخ، ساخت، عمر، مختلف معدنیات، مختلف قسم کی (مٹی) یعنی مٹی، پہاڑوں کی قسمیں اور ساخت، زلزلے کی وجوہات وغیرہ معلوم ہو جائیں گے اور کوئی بھی زمین کا راز باقی نہیں رہے گا۔

یہاں مائننگ اور ایرو ناٹیکل انجینئرنگ کی پیشگوئی کی گئی ہے جو کہ اس زمانہ میں پوری ہو چکی ہے۔

۴۔ پریس اور علم ہیئت:۔

وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتۡ ۝ وَاِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتۡ ۝ (التکویر ۱۲-۱۳) اور جب کتابیں پھیلا دی جائیں گی۔ اور جب آسمان کی کھال اتار دی جائے گی۔ یعنی آخری زمانہ میں پریس کثرت سے بن جائیں گے جہاں کتب، اخبار اور رسائل چھپ کر تمام دنیا میں پھیل جائینگے اور اسی زمانہ میں علم ہیئت میں بہت ترقی ہو گی ستاروں اور سیاروں کے علوم میں بہت ترقی ہو گی اور ان کی مدد سے بہت سارے علوم میں آسانی پیدا ہو جائے گی۔

۵۔ جدید قسم کا اسلحہ اور بم:۔

يَوۡمَ تَكُوۡنُ السَّمَآءُ كَالۡمُهۡلِ وَتَكُوۡنُ الۡجِبَالُ كَالۡعِهۡنِ (المعارج ۹-۱۰) فَارۡتَقِبۡ يَوۡمَ تَاۡتِى السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيۡنٍ ۝ (الدخان: ۱۱) يُرۡسَلُ عَلَيۡكُمَا شُوَاظٌ مِّنۡ نَّارٍ وَّنُحَاسٌ (الرحمٰن ۳۶) یعنی اُس دن شدتِ حرارت کی وجہ سے آسمان پگھلائے ہوئے تانبے کی طرح ہو جائے گا اور پہاڑ دھنی ہوئی اُون کی طرح ہو جائیں گے۔ پس تو اس دن کا انتظار کر جس دن آسمان پر ایک کھلا کھلا دھواں ظاہر ہو گا۔ تم پر آگ کا ایک شعلہ گرایا جائے گا اور تانبا بھی گرایا جائے گا۔

ان آیات میں جدید اسلحہ اور ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم کی طرف اشارہ ہے۔

ان قرآنی پیشگوئیوں کا روحانی پس منظر

قرآن مجید اور احادیث نبوی سے پتہ چلتا ہے

کہ جب آخری زمانہ میں انجینئرنگ وغیرہ میں اتنی ترقی ہوگی۔ پریس کی ایجاد، ٹرانسپورٹس کی سہولتیں وغیرہ اور تمام ممالک کی دریافت ہو جائے گی تو اس وقت اللہ تعالیٰ اشاعتِ اسلام کے لئے، اشاعتِ قرآن کیلئے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور شان کے اظہار کے لئے، آنحضورؐ کی ہی متابعت و محبت میں ایک مصلح کو بھیجے گا جو کہ مسلمانوں کے لئے امام مہدی عیسائیوں اور یہودیوں وغیرہ کے لئے مسیح موعود اور ہندوؤں کے لئے کرشن ہوگا۔ اس کے ذمہ اسلام کو ادیانِ باطلہ پر غالب کرنے کی خدمت سونپی جائے گی۔ وہ عیسائیت کو پاش پاش کرے گا اور اللہ تعالیٰ کی وحدت و عظمت کو نئے سرے سے قائم کرے گا۔ اس کے ہاتھ پر تمام مذہبوں اور ملتوں کے لوگ ہمارے سیّد و مولیٰ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں جمع ہوں گے اور "دنیا میں ایک ہی مذہب (اسلام) ہوگا اور ایک ہی پیشوا" (محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم) اور اس کے بعد قیامت آجائے گی۔

چنانچہ حضرت خاتم الانبیاء سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ عظیم روحانی فرزند جری اللہ فی حلل الانبیاء حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے جو چودھویں صدی ہجری کے آغاز میں مبعوث ہوا اور جہادِ اکبر اور جہادِ کبیر (جہاد بالنفس و تبلیغِ قرآن) کا آغاز کر کے اور اپنے آپ کو اور اپنی افواج (مبشرینِ اسلام) کو "حجج عقلیہ"، "آیاتِ سماویہ" اور "دعا" کے تین الٰہی آسمانی ہتھیاروں سے لیس کر کے افریقہ، یورپ، ایشیا، شمالی امریکہ اور جنوبی امریکہ کے بڑا عظموں میں باطل کے ساتھ لڑائی کرنے کے لئے چھوڑ کر اور کامیابی کا آغاز دیکھ کر ۲۶ رمئی ۱۹۰۸ء کو اپنے خالق و مالک کے پاس جا بسا ہے۔ حق و باطل کی یہ لڑائی دنیا کے ہر محاذ پر اب بھی حضرت حافظ مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی کمان میں جاری ہے اور سعید روحوں کو فتح کر کے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں حوضِ کوثر پر لا رہی ہیں اور وہ دن بہت ہی قریب ہیں جبکہ دنیا کی تمام اقوام بلا رنگ و نسل زندہ خدا، زندہ رسولؐ اور زندہ کتاب، قرآن مجید کے نور سے منور ہو کر کامیابی سے ہمکنار ہو جائیں گی۔ انشاء اللہ العزیز۔

دعائے نعم البدل

مکرم افضال احمد صاحب تنیر قائد مجلس خدام الاحمدیہ ضلع بہاولپور کو اللہ تعالیٰ نے توام بچیاں عطا کی تھیں جو بقضائے الٰہی پیدائش کے بعد فوت ہو گئیں۔ اِنّا للہ و اِنّا الیہ راجعون۔

احبابِ جماعت دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مکرم تنیر صاحب کو یہ صدمہ برداشت کرنے کی توفیق دے اور اپنے فضل سے نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین۔

(صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ)

مکرم فاروق احمد صاحب چٹھہ - لائل پور

سیرت آنحضرتؐ کا ایک پہلو "غرباء سے ہمدردی"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی ایسے مبارک وجود ہیں جن پر قرآن عظیم نازل ہوا اور آپؐ ہی وہ فخرِ انسانیت ہیں جنکے اندر بنی نوع انسان کی کامل ہمدردی موجود تھی۔ آپؐ ہی نے دنیا بھر میں اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کا اعلان کر کے انسانیت زندہ باد کا پہلا عارفانہ نعرہ بلند کیا۔ شرفِ انسانی قائم فرمایا۔ حقوقِ انسانی متعین کیے۔ جذباتِ انسانی کا احترام سکھایا اور جذباتِ شنیعہ کی یلغار سے بنی نوع انسان کو ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دیا۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى ۝ اس آیت کے ایک معنی یہ بھی سمجھے جا سکتے ہیں کہ آنحضرتؐ کے اندر یہ جذبہ پایا کہ آپؐ ہر مسکین اور یتیم کو پناہ دیتے جو بھی درماندہ اور بے کس انسان آپ کو نظر آتا تو اسے اپنی شفقت میں لے لیتے' اس کے سر پر محبت کا ہاتھ رکھتے اور اس کی ضروریات کو پورا کرتے جب اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے اس جذبۂ محبت و ہمدردی کو دیکھا تو آپؐ کو بے پناہ دولت عطا کر دی۔ یہاں دولت سے مراد صرف جسمانی دولت ہی نہیں بلکہ روحانی دولت بھی مراد ہے اور مساکین سے جسمانی مساکین ہی نہیں بلکہ روحانی مساکین بھی مراد ہیں۔ جسمانی غرباء اور یتامیٰ جو اُس وقت پائے جاتے تھے اُنکے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں ایک تڑپ تھی اور جس قدر ہمدردی اور محبت آپ کے قلبِ مطہر میں اُن کیلئے پائی جاتی تھی اسکی مثال دنیا میں اور کہیں نظر نہیں آتی۔ بے انتہا تڑپ' بے انتہا ہمدردی اور بے انتہا محبت رسول کریمؐ کے دل میں قوم کے غرباء اور یتامیٰ کیلئے پائی جاتی تھی۔ آپؐ اُنکے حالات کو دیکھتے تو بے تاب ہو جاتے۔ آپؐ کے دن بے چینی اور راتیں اضطراب میں کٹتیں۔

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یوں تو اکثر صدقات تقسیم فرماتے تھے لیکن ماہ رمضان میں کثرت سے تقسیم فرمایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ صدقہ کی کچھ کھجوریں آئیں حضرت امام حسینؓ نے جو اُس وقت چھوٹے تھے ایک کھجور اٹھا کر منہ میں ڈال لی آپؐ نے فوراً اُنکے منہ میں انگلی ڈال کر وہ کھجور باہر نکال دی اور فرمایا یہ ہمارا حق نہیں یہ خدا کے غریب بندوں کا حق ہے۔

اسی طرح آپؐ کے ہاں ایک دفعہ کچھ مال آیا جس کو آپؐ نے غرباء میں تقسیم فرما دیا۔ ایک دینار رہ گیا حضورؐ نماز پڑھا رہے تھے کہ وہ دینار آپؐ کو یاد آیا۔ نماز کے بعد آپؐ فوراً اندر تشریف لے گئے اور وہ دینار لا کر فرمایا کہ میں یہ دینار غلطی سے بھول گیا تھا جو اب یاد آیا تو میرا دل بے چین ہو گیا کہ اگر مجھے موت آ گئی اور غرباء کا یہ دینار میرے گھر پڑا رہا تو میں خدا تعالیٰ کو کیا جواب دونگا اسلئے میں فوراً اندر گیا اور اسے غریب کو دیدیا۔

اس طرح کے ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں واقعات آپؐ کی سیرت مقدسہ میں شامل ہیں۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۝

مکرم رشید احمد صاحب جاوید
مجلس عزیز آباد ۔ کراچی

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

مندرجہ ذیل مضمون سالانہ اجتماع ۱۹۷۳ء کے موقع پر تحریری مقابلہ معیار اوّل میں اوّل قرار پایا ۔۔۔(ادارہ)

آپؓ کا نام عبداللہ اور کنیت ابوبکر تھی۔ تجارت کا کام کرتے تھے اور بنا بریں خاصے متموّل بھی تھے تاہم شروع ہی سے طبیعت میں سادگی اور حلیمی پائی جاتی تھی۔

آپؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ نبوت سے پہلے ہی حضورؐ کی رفاقت اور مصاحبت کا شرف حاصل تھا۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے باذن اللہ اپنے نبی ہونے کا دعویٰ کیا تو بلا تامل آپؓ نے دعویٰ کی تصدیق کی۔ صدیق کہلانے اور مردوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے کا شرف پایا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپؓ نے آنحضرتؐ کی سیرت و کردار کا ایسا گہرا مطالعہ کیا تھا کہ جونہی آپؐ نے نبوت کا دعویٰ کیا اٰمَنْتُ و صَدَّقْتُ کا نظارہ پیش کرتے ہوئے بغیر کسی مزید تحقیق یا جستجو کے اسلام پر ایمان لے آئے۔

ایمان لانے کے بعد اسلام کی استعانت میں اپنے تن من دھن سے مصروف ہو گئے اور صدق وصفا کا وہ نمونہ دکھایا کہ رہتی دنیا تک نہ صرف مسلمانوں کے لئے بلکہ اہلِ دل غیر مسلموں کے لئے بھی روشنی کا مینار ہے۔

زمانہ نبوت کے دو واقعات کا بیان یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کفارِ مکہ نے عرصۂ حیات تنگ کر دیا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت کا ارشاد ہوا۔ سفرِ ہجرت میں حضرت ابوبکرؓ کو رسول اللہؐ کی مصاحبت کا شرف حاصل ہوا۔ حضورؐ کا انتخاب حضرت ابوبکرؓ کی علوِ ہمت اور رازداری کے ارفع مقام پر فائز ہونے پر بھی دلالت کرتا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے اس خطرناک سفر میں شامل ہونے کے لئے کسی تردد کا اظہار نہیں کیا بلکہ ہمیشہ کی طرح اس فیصلہ پر بھی پیکرِ صدق و وفا کا سرِ تسلیم خم تھا۔ شانِ صدیقی کا اس امر سے بھی اظہار ہوتا ہے کہ خود اللہ تعالیٰ نے اپنے کلامِ پاک میں حضرت ابوبکرؓ کو نبی اکرمؐ کا "صاحب" قرار دیا اور اس تسلی و تشفی میں جو "اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا" میں ہے حضرت ابوبکرؓ کو بھی شامل قرار دیا۔

دوسرا واقعہ جس سے آپؓ کے انتہائی مقامِ صدق کا پتہ چلتا ہے وہ یہ ہے کہ ایک موقعہ پر دشمنانِ اسلام کے خلاف تیاری کے لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اموال کی ضرورت پڑی حضورؐ کی طرف سے تحریک ہوتے ہی ہر صحابی اپنی اپنی استطاعت کے مطابق اس مالی جہاد میں شامل ہوا لیکن اس موقعہ پر بھی شانِ صدیقی

کا نرالا رنگ تھا۔ گھر کا تمام اثاثہ نبی اکرمؐ کے قدموں میں لا ڈالا۔ صاحبِ نبوتؐ کی نظرِ مردم شناس بھانپ گئی کہ ابوبکرؓ تو اپنا سب کچھ لے آیا ہے تالیفِ خاطر کے لئے استفسار فرمایا "ابوبکر! گھر میں کیا چھوڑ آئے ہو؟" عرض کیا "خدا اور اس کا رسول"۔ خدا کے رسولؐ آپ کا جواب سُن کر خاموش ہو گئے کیونکہ حضورؐ کو علم تھا کہ جس مقام پر ابوبکر کھڑا ہے اُس سے یہی توقع تھی۔ حضرت ابوبکرؓ کا تعامل اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ اتنی بڑی قربانی کے باوجود آپ اسلام کے خزانہ پر بوجھ نہ بنے بلکہ اسلام کی ضروریات کو پورا کرنے کیلئے پھر اپنے اموال میں اضافہ کیا اور استقامت کا وہ نمونہ جو آپ سے ظہور میں آیا بعد میں بھی اس میں کچھ فرق نہ آیا۔

آنحضورؐ کے وصال کا وقت قریب آیا اور آپؐ تیز بخار سے بیمار پڑ گئے تو حضورؐ نے اپنی نیابت کے لئے جس شخص کو مقرر فرمایا وہ ابوبکرؓ ہی تھے۔ کتنا بڑا اعزاز تھا ابوبکرؓ کے لئے۔ پھر جب حضورؐ کا وصال ہو گیا تو سب صحابہؓ کی نظرِ انتخاب بھی اسی جلیل القدر صحابی پر پڑی چنانچہ آپ کو مسلمانوں کے سب سے پہلے خلیفہ منتخب ہونے کا اعزاز ملا۔

جب کسی نبیٔ وقت کا وصال ہوتا ہے تو اسکے صحابہ پر جو گذرتی ہے اس کا اندازہ لگانا آسان ہے غم و اندوہ کا ایک پہاڑ گر پڑتا ہے۔ بڑا مقامِ ابتلا ہوتا ہے۔ دشمن سمجھتا ہے کہ اب اس نبی کے مشن کے خاتمہ کا وقت آگیا ہے۔ مومنین سمجھتے ہیں کہ ابھی تو حیاتِ نبی کی مزید ضرورت تھی۔ ایسے ہی اللہ تعالیٰ ابوبکرؓ جیسی ہمّت اور عزیمت کے انسان کھڑے کر کے دشمنوں کے منصوبے پامال اور مومنوں کے قلوب مضبوط کیا کرتا ہے۔

وصالِ نبی اکرمؐ کے موقعہ پر بھی آپ نے جس صبر و استقلال اور عزم و ہمّت کا مظاہرہ کیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ ایسے موقعہ پر جب ابوبکرؓ سب سے زیادہ عزیز متاع ان سے چھن چکی تھی، جذبات کا وفور تھا اور حضرت عمرؓ جیسے صحابی آنحضورؐ کے وفات پا جانے کے باوجود اس بات پر مُصر تھے کہ حضورؐ زندہ ہیں اور جس نے بھی کہا کہ حضورؐ وفات پا چکے ہیں اُس کا سر قلم کر دوں گا، یہ مردِ مجاہد اُٹھتا ہے، نبی اکرمؐ کے رُخِ مبارک سے کپڑا اُٹھاتا ہے، چہرۂ مبارک کو چومتا ہے اور اعلان کرتا ہے کہ اے لوگو! تم میں سے جو محمدؐ رسول اللہ کی عبادت کرتا تھا تو وہ سُن لے کہ محمدؐ آج مر گیا لیکن جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا وہ سُن لے کہ اُس کا خدا زندہ ہے، وہ حیّ و قیّوم ہے اُسی کی ذات باقی رہنے والی ہے۔ آپؓ نے یہ استدلال آیۃ "وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ" سے فرمایا۔ سب صحابہؓ کی تسلی ہو گئی اور اُمّت ایک عظیم ابتلا سے بچ گئی۔ اس واقعہ سے کئی باتیں مترشح ہوتی ہیں اوّل یہ کہ حضرت ابوبکرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقِ صادق ہی نہیں بلکہ اپنے ربّ کی ذات پر بھی غیر متزلزل یقین رکھتے تھے اور توحیدِ خالص، جس کے قیام کا مقصد

ہی نعمتِ محمدی تھی۔ آپ کی حرزِ جان تھی۔ دوسری بات یہ ثابت ہوتی ہے کہ کلام اللہ پر جو تسلط ابوبکرؓ کو تھی وہ کسی اور کی نہ تھی۔ آپ نے جب آیت "وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ......" پڑھی تو لوگوں کو پہلی دفعہ احساس ہوا کہ اس آیت کا مطلب اور تفسیر کیا ہے۔ تیسری بات یہ ثابت ہوتی ہے کہ آپ بڑی بلا کا عزم اور ہمت تھی ورنہ جن حالات میں آپ نے آنحضورؐ کی وفات کا اعلان کیا وہ کسی اور کے بس کی بات نہ تھی۔

ایک طرف توحیدِ باری کے قیام کی تڑپ [illegible] کا اظہار آپ نے اوپر فرمایا دوسری طرف حضورؐ نے خود ایک لشکر کی روانگی کا حکم صادر فرمایا تھا لیکن وصالِ نبیؐ کے بعد سب صحابہؓ کی رائے تھی کہ اسامہ بن زیدؓ چونکہ نوعمر ہے اس لئے ان کی جگہ کسی تجربہ کار صحابی کو سالار مقرر کیا جائے۔ دوسرے یہ کہ اندرونی محاذ پر کئی فتنوں نے سر اٹھا لیا ہے اس لئے لشکر کی روانگی ملتوی کر کے پہلے ان فتنوں کی سرکوبی کی جائے۔ یہ سب رائیں ایک طرف اور عشقِ رسولؐ ایک طرف۔ ارشاد ہوتا ہے ابوبکر کی کیا مجال ہے کہ جو فیصلے حضورؐ فرما گئے ہیں ان میں تبدیلی کرے۔ نہیں! یہ لشکر جائے گا اور اسامہ بن زید کی قیادت میں ہی جائے گا۔ اور تاریخ شاہد ہے کہ آپؓ کا فیصلہ ہی صائب اور بہتر تھا۔

آپ کے دورِ خلافت کے اہم واقعات میں بعض اندرونی فتنوں کا سدِباب سب سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ آنحضورؐ کی وفات کے بعد کئی لوگ اسلام سے پھر گئے اور دشمنانِ اسلام سے مل کر اسلام کے خلاف ریشہ دوانیاں کرنے لگے۔ بعض دوسرے لوگوں نے زکوٰۃ کے اہم رکنِ دین کا انکار کر دیا اور تیسرے مسیلمہ کذاب جیسے جھوٹے نبی پیدا ہو گئے۔ آپ نے ایک ایک کر کے ان فتنوں کا سدِباب کیا۔ مرتدین کی سرکوبی کی، منکرینِ زکوٰۃ سے لڑائی کی اور کہا کہ جب تک ابوبکر زندہ ہے وہ تم سے زکوٰۃ کی [illegible] والی ایک رسی بھی نہیں چھوڑے گا۔ اسی طرح مسیلمہ کذاب کی سرکوبی کر کے ثابت کیا کہ حضورؐ کی وفات کے بعد خلافت کا قیام ہی خدائی مشیت تھی۔

حضرت ابوبکرؓ [illegible] خلافت سورۃ نور کی "آیتِ استخلاف" کی [illegible] ہے۔ اس آیت میں خلفاء سے دو [illegible] وعدے کئے گئے ہیں کہ قیامِ خلافت کی برکت کے باعث ان کے دین کو مضبوط کیا جائے گا اور ان کے خوف کو امن میں بدل دیا جائے گا۔ آپ کے دورِ خلافت میں دین کو مرتدین اور منکرینِ زکوٰۃ نے ضعف پہنچایا لیکن تمام مخالف قوتوں کو بالائے طاق رکھ کر آپ نے ان دونوں فتنوں کی بروقت سرکوبی کر کے ثابت کر دیا کہ خدا تعالیٰ کے وعدے انسانی منصوبوں کے تابع نہیں ہوتے بلکہ وہ اپنے وعدوں میں سچا اور صادق ہے۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مسلمانوں میں جو خوف و ہراس کی صورت پیدا ہو گئی تھی وہ بھی دور ہو گئی اور دورِ صدیقی میں نہ صرف دین کو تمکنت حاصل ہوئی بلکہ اسلامی سلطنت کی حدود [illegible]

آگے بڑھیں اور مسلمانوں کے حوصلے مزید بلند ہوئے۔

مضمون ختم کرنے سے پہلے میں اس عاشقِ رسولؐ کی زندگی کے ایک اور پہلو پر بھی روشنی ڈالنا چاہتا ہوں۔ اور وہ بھی ایک طرح سے عشقِ رسولؐ کا ہی ایک پہلو ہے۔ ایک دفعہ عین جنگ کے عالم میں آپ اپنے والد (جو اُس وقت کافر تھے) کے نرغے میں آگئے اور یقینی طور پر شہید کئے جا سکتے تھے۔ اسلام لانے کے بعد حضرت ابو قحافہؓ نے آپ سے کہا کہ میں نے اُس وقت محض اس لئے تمہیں قتل نہ کیا کہ تم میرے بیٹے تھے۔ اس کے برعکس جوابِ صدیقی کی یہ شان تھی کہ فرمایا۔ خدا کی قسم! ابا جان اگر آپ مجھے اس حالت میں مل جاتے تو میں آپ کو ضرور قتل کر دیتا۔ خونی رشتوں کی شدت سے کون انکار کر سکتا ہے مگر جہاں خدا اور اس کے رسولؐ کے معاندین کا معاملہ ہو وہاں یہ رشتے بھی ہیچ ہیں۔ اللہ اللہ کیا عشقِ رسولؐ تھا۔

میں اپنے اس مضمون کا خاتمہ ایک حدیث پر کرتا ہوں جس سے حضرت ابوبکرؓ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی شان میں فرمایا:-

"ابوبکر افضلُ هٰذِهِ الاُمَّةِ
اِلَّا اَن یکونَ نبیٌّ"

یعنی میرا ساتھی ابوبکر میری اُمت کا سب سے ارفع مقام رکھنے والا انسان ہے سوائے اس کے کہ کوئی شخص (اُمت میں سے ہی) نبی کے مرتبہ کو پا لے۔

مکرم سردار رفیق احمد صاحب
سوسائٹی۔ کراچی

(۳)

بازوؤں کی ورزش

بازوؤں کی صحیح شکل قائم رکھنے کے لئے بھی وزن اُٹھانا ضروری ہے۔ اِس سلسلے میں وزن کو دونو ہاتھوں میں پکڑ کر کھڑے ہو جائیے اور کہنیوں کے جوڑ سے بازو کے اگلے حصّہ کو اُوپر اُٹھائیے۔ یہاں تک کہ آپ کے کندھے تک آجائیں۔ پھر آہستہ آہستہ واپس لے جائیے۔ اِس کو ابتداء میں گیارہ مرتبہ کیجیے۔ اور رفتہ رفتہ بڑھاتے جائیے۔

پھر وزن کو ہاتھوں میں اِس طرح اُٹھا کر کھڑے ہو جائیے کہ وزن آپ کے کندھوں کے برابر آجائے۔ ہاتھوں کی پچھلی سطح آپ کے چہرہ کی طرف ہو۔ اب بازو آسمان کی طرف اُٹھائیے اور پھر واپس لائیے۔ اس طرح اِس ورزش کو بھی شروع میں گیارہ مرتبہ کیجیے بعد میں بڑھایا جا سکتا ہے۔

جن نوجوانوں کے پاس وزن اٹھانے کا سامان نہ ہو (اس کے لئے صرف وزن ہی درکار ہے باقی سامان بے شک نہ ہو۔ وزن اُٹھانے سے مراد WEIGHT LIFTING ہے) ان کو چاہیئے کہ بازوؤں کی ورزش اور ساتھ ہی کلائی کی مضبوطی کے لئے متبادل انتظام کریں۔ اور اس کا طریق یہ ہے کہ ڈیڑھ یا دو فٹ لمبا اور دو انچ قطر کا ڈنڈا لیں (اگر گول نہ ہو تو چوکور بھی کام دے سکتا ہے لیکن اس سے ہاتھوں میں نشان پڑ جاتے ہیں اسلئے مناسب گول ہی ہے) اس کے درمیان میں ایک اتنی

باندھیں۔ اس کی لمبائی ۴½ فٹ ہونی چاہیئے۔ رسّی کے دوسرے سرے پر ایک اینٹ باندھ دیں۔ یاد رہے کہ رسّی کی لمبائی اس قدر ہونی چاہیئے کہ اگر آپ ڈنڈے کو کندھوں کی اونچائی سے پکڑیں اور رسّی لٹکائیں تو اینٹ زمین پر بیٹھی ہونی چاہیئے۔ اس سے ورزش کرنے کا طریق یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں میں ڈنڈے کو اس طرح تھامیں کہ آپ کے بازو سیدھے آگے کی طرف پھیلے ہوئے ہوں۔ یعنی کندھے کی سطح کے ساتھ بالکل سیدھے۔ جتنا فاصلہ کندھوں کے درمیان ہے اتنا ہی ہاتھوں کے درمیان رہے۔ اب بازو اسی حالت میں رکھتے ہوئے رسّی کو ڈنڈے پر ہاتھوں کی حرکت سے لپیٹنا شروع کریں۔ اس طرح اینٹ آہستہ آہستہ اوپر اٹھنا شروع ہو گی حتیٰ کہ ڈنڈے کے ساتھ لگ جائے گی۔ اب اس کو آہستہ آہستہ واپس جانے دیں اور دوبارہ کریں۔ اس ورزش کو ابتدا میں پانچ مرتبہ کیجئے۔ ابتدا میں شاید بازوؤں میں درد بھی ہو مگر یہ جلد ہی دور ہو جائے گا۔

گردن اور گلے کی ورزش

جسم کے باقی حصوں کی طرح گردن اور گلے کی ورزش بھی نہایت ضروری ہے۔ اگر اس طرف سے لاپرواہی برتی جائے تو گردن کی شکل بھدی ہو جاتی ہے۔ آپ نے اکثر لوگوں کو دیکھا ہو گا جن کی گردن کے نیچے دو یا تین تہیں گوشت کی ہوتی ہیں اور جب وہ گردن ادھر ادھر ہلاتے ہیں تو کثرت چربی کی وجہ سے جو لکیریں بن جاتی ہیں زیادہ واضح ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح ٹھوڑی کے نیچے بھی گوشت لٹکتا ہوا اکثر دیکھا ہو گا۔ ان سب بے ہنگم اشکال سے چھٹکارا ممکن ہے مگر شرط یہ ہے کہ وقت پر ورزش شروع کی جائے اور یہ ورزش نہایت سادہ ہے۔

بالکل سیدھے کھڑے ہو جائیے۔ صرف گردن کو آگے اور پیچھے جتنی جھکا سکتے ہیں جھکائیے۔ یاد رہے کہ صرف گردن میں خم آنا چاہیئے۔ پھر اسی طرح گردن ڈھیلی رکھتے ہوئے دائیں بائیں بھی جھکائیے۔ ان دونوں ورزشوں کو گیارہ گیارہ مرتبہ کیجئے۔ اس سے گردن اور اس کے ملحقہ پٹھے مضبوط ہوتے ہیں اور جو چربی یہاں پر اکٹھی ہو جاتی ہے وہ ادھر ادھر پھیل جاتی ہے بلکہ کسی حد تک تحلیل ہو جاتی ہے۔

آنکھ کی ورزش

یہ بات تجربہ میں آچکی ہے کہ آنکھ کی ورزش کرنے سے عینک کا نمبر کم ہو جاتا ہے۔ اس کے لئے آپ کو کوئی زیادہ تگ و دو کی ضرورت نہیں۔

۱۔ سیدھے کھڑے ہو جائیے۔ اگر عینک پہنتے ہیں تو اُتار دیجئے (عینک کے ساتھ کسی قسم کی ورزش ہرگز نہیں کرنی چاہیئے) اب اوپر دیکھئے بغیر سر کو جنبش دیئے۔ اتنا اوپر دیکھئے جتنا آپ آسانی سے دیکھ سکتے ہیں۔ پھر اسی طرح نیچے دیکھئے۔ اس کو دو منٹ تک کیجئے۔ اب دائیں دیکھئے اور جتنا زیادہ دائیں جانب دیکھ سکتے ہیں دیکھئے۔ پھر انتہائی بائیں جانب دیکھئے اور اس کو بھی دو دو منٹ کیجئے۔ پھر ایک بار اوپر نیچے اور ایک بار

دائیں بائیں دیکھئے اور اس کو بھی دو منٹ تک
کیجئے۔ اس ورزش کے کرنے سے آپ کے دیکھنے
کا میدان بڑا ہوگا۔ اس کے بعد آنکھوں کو گول
دائرے میں گھمائیے۔ یاد رہے سر نہ ہلنے پائے۔
اور آنکھ کے ڈیلے کو انتہائی کناروں تک گھمانے
کی کوشش کیجئے لیکن زیادہ زور مت دیجئے ورنہ
بوجھ پڑے گا اور درد ہوگا۔

۲۔ گردن کے لئے جو ورزش ذکر کی گئی ہے اس سے
آنکھوں سے متعلقہ پٹھوں اور رگوں پر بھی اچھا اثر
پڑے گا۔

۳۔ سیدھے کھڑے ہو کر انگلی شہادت کو آنکھوں سے
چھ انچ کے فاصلے کے درمیان اس طرح کھڑی
کیجئے کہ وہ ناک کے عین سامنے ہو جائے اور آسمان
کی طرف اشارہ کر رہی ہو۔ اب اس انگلی کی طرف
دیکھئے اور پھر دور کسی بجلی کے کھمبے یا نوکدار چیز
کی طرف دیکھئے جو کم از کم تیس فٹ کے فاصلے
پر ہو۔ پھر دوبارہ انگلی کی طرف دیکھئے۔ اس طرح
یہ عمل دو منٹ تک دوہرائیے۔ اس سے آپ کی
آنکھ کی نزدیک اور دور دیکھنے کی صلاحیت میں اچھا
اثر پیدا ہوگا۔

۴۔ صبح کے وقت جب کہ سورج نکل رہا ہو کسی کھلے
میدان میں (یا ایسی جگہ پر جہاں سے سورج صاف
نظر آتا ہو) ٹانگیں پھیلا کر کھڑے ہو جائیے اور
سورج کی طرف دیکھتے ہوئے آہستہ آہستہ دائیں
طرف جھکئے اور پھر واپس پھر بائیں جانب اور پھر
دائیں۔ اس عمل میں آنکھیں بالکل کھلی رہنی چاہئیں
اور یہ اس وقت تک کرنا چاہئے جب تک کہ
سورج کی سرخی بدل کر تیز روشنی میں تبدیل نہیں
ہو جاتی۔

۵۔ صبح کے وقت شبنم پر چلنا بھی آنکھوں کے لئے
مفید ہے۔

۶۔ کسی بھی وقت جب آپ فارغ ہوں سکون سے
بیٹھ کر اپنی دونوں آنکھوں پر دونوں ہاتھ (پیالہ نما
شکل بناتے ہوئے) رکھئے اور اسی حالت آرام سے
چند منٹ تک بیٹھے رہئے۔ اس سے آپ کی آنکھوں
کی تھکاوٹ دور ہوگی۔

۷۔ آنکھوں کی تھکن کے لئے ہاتھ میں ٹھنڈا پانی
لیکر اس میں آنکھ بار بار کھولئے اور بند کیجئے۔
اس عمل کو بار بار کیجئے۔ اس سے تھکن دور ہوگی
ٹھنڈے پانی کے چھینٹے دینا بھی یہی اثر پیدا
کرتا ہے۔

۸۔ آنکھوں کے متعلق جملہ احتیاطیں (دھوپ
سے بچاؤ، بار بار ہاتھوں سے نہ ملنا، دیگر
عوارض سے علاج وغیرہ) ضرور عمل میں لاتے
رہنا چاہئے۔

۹۔ اس سلسلہ میں ایک کتاب "Better Sight Without Glasses" کا مطالعہ
مفید ہوگا۔

چہرہ کی ورزش

چہرہ کی ورزش بہت ضروری ہے۔ ایک

انسان جب دوسرے سے ملتا ہے تو سب سے پہلے اس کی نظر آنکھوں پر پڑتی ہے اور وہ چہرہ ہی کا حصّہ ہیں۔ چہرہ ہی سے انسان ایک دوسرے کو پہچانتا ہے کہتے ہیں چہرہ سے انسان کے اخلاق کا پتہ چلتا ہے اور بہت کچھ پتہ چل جاتا ہے۔ چہرہ کی صفائی، خوبصورتی اور سجاوٹ کے لئے مرد و عورتیں کیا کچھ نہیں کرتے۔ صفائی اور خوبصورتی کے لئے ایک حد تک تصنّع سے کچھ مضائقہ نہیں۔ البتہ ہر وقت آئینہ سامنے رکھنا، یہ فضولیات ہیں اور احساسِ کمتری کی غمازی۔

چہرہ کے بارہ میں مختلف آراء کا اظہار کیا گیا ہے کسی کو پتلا چہرہ اچھا لگتا ہے اور کسی کو پھولا ہوا۔ مناسب یہ ہے کہ چہرہ پھولا ہوا نہ ہو۔ جو نوجوان ورزش کرتے ہیں اُن کے چہروں پر چربی کم ہوتی ہے جس سے اُن کا چہرہ پھولا ہوا نہیں ہوتا۔ جو نوجوان وزن اُٹھاتے ہیں اُن کے چہرے قطعاً پھولے ہوئے نہیں ہوتے بلکہ ایک حد تک اندر کی طرف دھنسے ہوئے ہوتے ہیں۔ بڑھاپا آنے پر اُن کا گلے کا گوشت نہیں لٹکتا بلکہ سخت ہی رہتا ہے۔ البتہ جن کے گال پھولے ہوئے ہوں وہ ضرور لٹک جاتے ہیں۔ اس کے لئے منہ کو بار بار کھولنا اور بند کرنا چاہیئے۔ دانتوں کے اُوپر سے ہونٹوں کو کھینچتے ہوئے منہ پوری شدت سے کھولیئے اور پھر بند کیجئے۔ جبڑے مضبوط کرنے کے لئے ان پر دائیں اور بائیں طرف آہستہ آہستہ مکا ماریئے۔

چہرہ کے لئے خوراک کا انتخاب کافی اثر رکھتا ہے۔ خوراک کے لئے آئندہ سطور میں ذکر آئے گا۔

سر کی ورزش

اگر آپ اُلٹا لٹک سکتے ہیں تو عین مناسب ہے اگر نہیں تو کسی دیوار کا سہارا لے کر ہاتھوں کے بل اُلٹا لٹکئے اور ساتھ ساتھ سانس بھی لیتے رہیئے۔ ڈیڑھ یا دو منٹ سے ابتداء کیجئے اور بتدریج اضافہ کیجئے۔ اس سے چہرہ، آنکھیں، کان، دانت اور دماغ میں دَوران خون بڑھ جائے گا۔ اس سے چہرہ کی ساخت پر بھی صحت مند اثر ہوگا۔ نظر پر بھی مفید اثر ہوگا اور سر درد وغیرہ بھاگ جائیں گے۔ دماغ کے ہر خلیہ میں سے خون گزر کر صاف ہونے کے لئے پھیلا جاتا ہے۔ پنڈت جواہر لال نہرو آخری عمر تک یہ ورزش کیا کرتے تھے۔ اور ان کی نظر بھی کمزور نہیں تھی۔ عمر کے آخری حصّہ میں نزدیک کی نظر کمزور ہو گئی تھی جو کہ طبعی تقاضا ہے۔

اختتامیہ

جیسا کہ مضمون کے شروع میں یہ بیان کیا گیا تھا کہ جو ورزشیں اس میں مندرج ہیں وہ محض جسم کی صحیح شکل و صورت قائم رکھنے کے لئے ہیں۔ ان ورزشوں سے تن سازی کے مقابلوں میں تو شریک نہ ہو سکیں گے کیونکہ اس کے لئے ایک ایک عضو اور پٹھے کی علیحدہ ورزش ہوتی ہے البتہ اتنا ضرور ہوگا کہ بے ہنگم اور توند والے جسم سے ایک متناسب جسم وجود میں آ جائے گا۔

ورزش کے ساتھ خوراک کا انتخاب بھی ضروری ہے۔ ڈاکٹروں کا مقولہ ہے کہ اگر تم چاہتے ہو کہ تمہاری عمر

لمبی ہو اور یہ کہ تمہاری جوانی دیر تک قائم رہے تو ایسی غذاؤں کا استعمال کرو جن میں چُونے (LIME) کی مقدار زیادہ ہو۔ چونکہ جسم میں ہر وقت تغیر و تبدّل ہوتا رہتا ہے اور پُرانے اور کمزور اجزا کی جگہ نئے اجزا پیدا ہوتے رہتے ہیں اسلئے اگر جسم کو چُونے کی وافر مقدار میسّر نہ آسکے تو وہ کمزور ہو جاتا ہے۔ چُونا دل کی حرکت کے لئے، معدے میں ہاضمہ کے عرق پیدا کرنے کے لئے، آنتوں کی حرکت کے لئے، دانتوں کی مضبوطی کے لئے اور پیشاب میں سے تیزابی اثر دُور کرنے کے لئے از حد مفید اور ضروری ہے۔

کہتے ہیں "پہنئے جگ بھاتا اور کھائیے مَن بھاتا" یعنی لباس عام پسند اور خوراک حسب طبع کھانے سے آدمی اچھا رہتا ہے۔ غذا کے لئے کوئی لمبی بھاگ دوڑ کی ضرورت نہیں، نہ ہی اس چیز کی ضرورت ہے کہ اچھے سے اچھا کھانا میسّر آسکے۔ پھر غذا کیلئے صرف یہ ضروری نہیں کہ اس میں کس قدر طاقت موجود ہے بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ جسم اس میں سے کس قدر طاقت اپنی نشو و نما کے لئے حاصل کر سکتا ہے۔ عام طور پر وہ چیزیں جن میں کاربوہائیڈریٹ زیادہ ہیں جسم بآسانی حاصل کر سکتا ہے اور یہ بہ نسبت پروٹین یا چربی و تیل وغیرہ کے جلدی ہضم ہو کر خون میں مل جاتی ہیں۔

انسان کے لئے غذا کی ترکیب دو طرح کی ہے ایک بُنیادی غذا (Basal diet) ہے۔ جس کا معیار یہ ہے کہ غذا میں اتنے حرارے (Calories) موجود ہوں جتنے ایک آدمی کیلئے آرام کی صورت میں ضروری ہوتے ہیں یعنی جب وہ کوئی کام نہ کرے۔ آرام کی حالت میں جسم کے ہر کیلو (ایک سیر سے قدرے کم) پر ۲۵ پچیس حراروں کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایک شخص جس کا وزن ایک سو چالیس پاؤنڈ ہو اس کو چوبیس گھنٹوں میں ایک ہزار سات سو پچاس حراروں کی ضرورت ہے۔ دوسری غذا "ما یحتاج" (ضرورت کے مطابق Maintemance Diet) ہے۔ یہ وہ غذا ہے جس میں حراروں کی تعداد اتنی ہو کہ انسان روزمرّہ کے کاموں کو بخوبی انجام دے سکے۔ اس کی مقدار اس عضلاتی محنت پر منحصر ہوتی ہے جو ایک نوجوان کو اپنے روزمرّہ کے کاموں میں کرنی پڑتی ہے۔ مختلف انسانوں کی طبائع، جسم، عادتیں اور کام اور ورزش کا ذریعہ بھی کم و بیش مختلف ہوتا ہے اسلئے ان کو غذا کی مقدار اور اس کی طاقت کی ضرورت بھی کم و بیش مختلف ہوتی ہے۔ ایک محنت و مشقّت کرنے والے آدمی کو کم از کم ۳۴۰۰ حراروں والی غذا کی روزانہ ضرورت ہوتی ہے۔ اور ایسے لوگوں کو جن کا بہت سا وقت بیٹھے ہوئے گزرتا ہے ۲۷۰۰ حراروں والی غذا کی ضرورت ہوتی ہے۔ جسم، صحت اور عمر کے لحاظ سے ان مقداروں میں کمی بیشی ضروری ہے جو ایک سمجھدار شخص تجربہ کی بناء پر معلوم کر سکتا ہے کہ اس کو کس قدر اور کس قسم کے کھانے کی ضرورت ہے۔ مگر اس بات کا خیال رہے کہ جس قدر حراروں کی ضرورت روزانہ (چوبیس گھنٹے میں) ہو اُس کو اگر دس برابر حصوں میں تقسیم کیا جائے تو اس کا ۱/۱۰ حصہ لحمیات ہو ۱/۱۰ [illegible]

یعنی چربی یا تیل اور ۳/۱ حصہ شکری نشاستی مواد ہو مثلاً اگر آپ کو روزانہ تین ہزار حراروں کی ضرورت ہے تو تین سو حرارے لحمیات، نو سو حرارے روغن اور اٹھارہ سو حرارے شکری نشاستی مواد کی ضرورت ہے اور ان تین ہزار میں سے چھ سو (۱/۵) حرارے ناشتے کے لئے، بارہ سو دوپہر کے کھانے کے لئے اور اٹھارہ سو حرارے (۵/۲) شام کے کھانے کے لئے ہونے چاہئیں۔ رات کے کھانے کی مقدار اس لئے زیادہ ہے کہ رات پھر کچھ کھایا نہیں جاتا۔ اسی حساب سے اور حراروں کی مقدار کو ہر کوئی تقسیم کر سکتا ہے۔

وزن بنانے کا طریقہ

تن سازی کے لئے وزن اٹھانا ایک لازمی امر ہے۔ اس کو WEIGHT LIFTING کہتے ہیں۔ اس کے لئے وزن گھر میں بھی بنایا جا سکتا ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ لوہے کا مروجہ وزن ہی استعمال کیا جائے۔

سامان: لوہے کا پائپ: ۴ فٹ لمبا (لکڑی کا ڈنڈا استعمال نہ کریں کہ وہ وزن کو برداشت نہ کرتے ہوئے ٹوٹ جائے گا)

ڈالڈا کا خالی ڈبہ: ۲ عدد (دس پاؤنڈ والا)

سیمنٹ: ۱
ریت: ۲ } اس نسبت سے ملائیں۔
بجری: ۴

(بجری کی بجائے پتھر یا اینٹ کے ٹکڑے بھی استعمال کر سکتے ہیں لیکن مٹی نہ ہو)

پانی: حسب ضرورت۔

سیمنٹ، ریت اور بجری کو اچھی طرح ملا لیں۔ بہتر ہوگا کہ پہلے سیمنٹ اور ریت کو ملا لیں۔ بعد میں بجری ملا دیں۔ پھر اس میں پانی اتنا ڈالیں کہ سارا مواد نیم گاڑھا ہو جائے۔ بہت زیادہ پانی نہ ڈالیں۔ اب ڈالڈے کے ڈبہ میں سرسوں کا تیل لگا لیں اور اس میں تقریباً نصف تک سیمنٹ وغیرہ سے تیار شدہ مسالحہ ڈالیں۔ اب پائپ کو اس کے عین درمیان میں رکھ کر کسی دیوار کے سہارے کھڑا کر دیں۔ خیال رہے کہ پائپ بالکل عمودی شکل میں کھڑا ہونا چاہیئے ادھر ادھر جھکاؤ پیدا نہ ہو۔ اب تمام ڈبے کو مسالہ سے بھر دیں یا تقریباً پون تک بھر دیں (مسالہ کی مقدار سے وزن کم و بیش کیا جا سکتا ہے) اسی حالت میں اس کو ایک ہفتہ تک رہنے دیں اور جب پانی خشک ہونے لگے اس کے اوپر اور پانی ڈال دیں تاکہ یہ خشک نہ ہونے پائے۔ ایک ہفتہ کے بعد اس کو کھینچ کر ڈبہ میں سے باہر نکال لیں۔ اسی طرح دوسرے سرے پر بھی سیمنٹ کا سلنڈر سا بنا لیں، آپ کا وزن تیار ہے۔

یہ وزن ایک نوجوان کے لئے مناسب ہے۔ پانچ پاؤنڈ والے ڈبے سے کم بھاری وزن تیار ہوگا۔

اس سے پہلے کہ یہ مضمون اختتام پذیر ہو یہ دعا کی جاتی ہے کہ جس خلوص اور درد سے یہ مضمون نوجوانوں کی صحت قائم رکھنے کے لئے تحریر کیا گیا ہے اللہ تعالےٰ اس کاوش میں برکت ڈالے اور نوجوان اس سے خاطر خواہ فائدہ اٹھائیں۔

آخر میں ایک ایسی ورزش بھی تحریر کر دیتا ہوں جس سے

جسم کے ہر عضو کی ورزش ہو جاتی ہے اور اس میں زیادہ محنت کی بھی ضرورت نہیں۔ اس کو ایک "جامع ورزش" کہنا عین مناسب ہوگا۔

ایک جامع ورزش

یہ ورزش ریاستہائے متحدہ امریکہ کی فضائیہ میں کرائی جاتی ہے اور اس کی افادیت تسلیم شدہ ہے۔ ایک اندازے کے مطابق اگر ایک نوجوان ایک میل کی دَوڑ دَوڑ رہا ہو اور وہ آخری چکر میں پہنچ چکا ہو اور فیتہ کے قریب ہو تو اس وقت اوّل آنے کے لئے اس کو جتنی طاقت خرچ کرنا پڑتی ہے (ذہنی اور عضلاتی دونوں طور پر) اتنی توانائی اِس ورزش کرنے سے حاصل ہو سکتی ہے! یہاں پر یہ بتا دینا میں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ اس ورزش کی اطلاع محترم صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب نے خدام الاحمدیہ کے ایک سالانہ اجتماع کے موقعہ پر خدام کو دی تھی۔ اکثر کو اِس بارہ میں علم ہوگا۔ جن کو علم نہ ہو ان کے فائدہ کے لئے ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ اس کے دو حصے ہیں:-

پہلا حصّہ

اپنے وجود کو ڈھیلا ڈھالا چھوڑ کر کھڑے ہو جائیے۔ اب ایک پاؤں زمین سے زیادہ سے زیادہ چھ اِنچ اُوپر اُٹھائیے اور فوراً واپس رکھتے ہوئے دوسرا پاؤں اُٹھائیے اور فوراً ہی زمین پر رکھ دیجئے۔ یاد رہے کہ تمام بدن ڈھیلا ڈھالا ہونا چاہیئے جس سے مراد یہ ہے کہ اس عمل کے دوران آپ کے ہاتھ بے ہنگم طور پر ہلنے شروع ہوں گے ایسا ہونے دیں۔ اس عمل کو باری باری اور اچھل اچھل کر جلدی جلدی کُل ساٹھ مرتبہ کریں اس سے زیادہ کی ضرورت نہیں۔

دوسرا حصّہ

ایسی حالت میں کھڑے ہو جائیے کہ آپ کا ایک پاؤں جتنا آگے جا سکتا ہے اس کو آگے رکھیئے اور دوسرے کو جتنا پیچھے رکھ سکتے ہیں رکھیئے۔ اب صورت یہ ہے کہ آپ کا ایک پاؤں آگے کی طرف ہے اور دوسرا پیچھے کی طرف۔ اب اپنے بازو بھی اسی طرح آگے پیچھے رکھیئے لیکن اس طرح کہ اگر دایاں قدم آگے کی طرف ہے تو بایاں بازو آگے آنا چاہیئے اور دایاں پیچھے کی طرف اور اگر بایاں قدم سامنے کی طرف ہے تو دایاں بازو سامنے کی طرف آنا چاہیئے اور بایاں بازو پیچھے کی طرف۔ بازو اسی طرح سیدھے رکھنے کی کوشش کیجئے کہ وہ تقریباً تقریباً کندھوں کی سطح کے برابر سیدھ میں آجائیں۔

اب آپ نے اپنی اسی حالت کو بالکل مخالف سمت میں بدل دینا ہے یعنی اگر پہلے دایاں پاؤں آگے کو تھا تو اب ایک چھلانگ کے ساتھ بایاں پاؤں آگے آجائے نتیجۃً دایاں پاؤں پیچھے چلا جائے گا اور اس طرح بازو بھی اپنی حالت بدل لیں گے۔ اب پھر ایک JUMP لیجئے اور اپنی موجودہ حالت کو پھر بدل دیجئے۔ اسی طرح کرتے جائیے۔ یاد رہے کہ آپ ایک ہی جگہ پر اُچھل کُود رہے ہیں کہیں یہ نہ ہو کہ اچھل کُود میں صحن سے باہر ہی نکل جائیں۔ اِس ورزش کو پانچ منٹ تک کیجئے

[illegible]

لے محترم صاحبزادہ صاحب نے "ورزش کے زینے" کے نام سے ایک نہایت مفید کتاب بھی مرتب فرمائی تھی جو ربوہ کے دکانداروں سے مل سکتی ہے۔ (ادارہ)

انعامی مقابلہ مقالہ نویسی

خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے شعبۂ تعلیم کی طرف سے ہر سال مقالہ نویسی کا ایک انعامی مقابلہ کرایا جاتا ہے جس میں اوّل، دوم، سوم آنے والے مقالوں پر نقد انعامات دیئے جاتے ہیں۔ امسال مقالہ کا عنوان "صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام از روئے قرآن مجید" مقرر کیا گیا ہے۔ مرکز میں مقالہ پہنچنے کی آخری تاریخ ۳۰ احسان ۱۳۵۲ ہش (جون ۱۹۷۳ء) ہے۔ اس تاریخ کے بعد موصول ہونے والے مقالہ جات مقابلے میں شامل نہیں کئے جائیں گے۔

مقالے کی شرائط میں ایک اہم شرط یہ ہے کہ مقالے کے الفاظ کم از کم بارہ ہزار اور زیادہ سے زیادہ پندرہ ہزار ہونے چاہئیں۔ لہذا خدام مقالہ لکھتے وقت اس بات کو ضرور مدِنظر رکھیں۔ مقررہ تعداد سے کم یا زیادہ ہونے کی صورت میں آپ کا مقالہ معیار کے مطابق نہیں سمجھا جائے گا خواہ وہ کیسا ہی عمدہ لکھا گیا ہو۔

مقالے کی تیاری کے لئے آپ مندرجہ ذیل کتب سے استفادہ کر سکتے ہیں:۔

قرآن کریم اور حضرت مسیح موعودؑ کی کتب کے علاوہ دعوۃ الامیر، سلسلہ احمدیہ، تبلیغ ہدایت، مباحثہ نیروبی، امام مہدی کا ظہور، احمدیہ تبلیغی پاکٹ بک، احمدیہ تعلیمی پاکٹ بک وغیرہ۔

مقالہ لکھتے وقت یہ بات ضرور مدِنظر رہے کہ آپ نے ہر دلیل قرآن کریم سے بیان کرنی ہے۔ لہذا متعلقہ آیت صحت کے ساتھ مع مکمل حوالہ تحریر کریں۔ پھر اس کا ترجمہ لکھیں اور بعد ازاں ٹھوس استدلال کریں۔ آپ کا استدلال نہایت واضح ہو۔ نیز آپ کے استدلال پر جو اعتراضات وارد ہو سکتے ہوں انہیں بھی بیان کر کے اُن کا رد کرنا بہت مفید ہوگا۔

کسی آیت سے صداقت مسیح موعودؑ کا استدلال کرتے وقت آپ احادیث یا اقوال ائمۂ سلف کا حوالہ بھی دے سکتے ہیں۔ لیکن دلیل کی بنیاد بہرحال کوئی نہ کوئی آیتِ قرآنیہ ہونی چاہیئے کیونکہ مقالے کے عنوان کا یہی تقاضا ہے۔

مقالہ لکھتے وقت لفّاظی سے بالعموم بچیں۔ ٹھوس حقیقت کو جامع الفاظ میں پیش کرنے کی بھرپور کوشش کریں۔ اندازِ تحریر بہرصورت دلنشین ہونا چاہیئے۔ اور خیالات کا تسلسل ایسے انداز میں ہو کہ پڑھنے والا بغیر کوفت محسوس کئے شروع سے آخر تک یکساں دلچسپی سے پڑھ جائے۔

طرزِ استدلال میں جہاں تک ممکن ہو جدت پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ موضوع پر موجود جماعتی لٹریچر

سے بے شک استفادہ کریں مگر مقالہ کا کوئی حصہ کسی کتاب وغیرہ سے لفظ بلفظ نقل ہرگز نہ کریں۔ اگر کسی جگہ کوئی خاص حصہ عبارت بطور اقتباس درج کرنا پڑے تو مکمل حوالہ ضرور دیں۔

مقالہ کے آخر میں ضرور ان کتب کی فہرست درج کریں جن سے آپ نے مقالہ کی تیاری میں استفادہ کیا ہے۔

عبارت خوشخط ہو۔ اگر آپ کا خط اچھا نہیں تو کسی اچھا لکھنے والے سے کتابت کرا سکتے ہیں۔

جلسہ سالانہ کے موقعہ پر قائدین کرام نے اجلاس میں اپنی اپنی مجلس سے معیّن تعداد میں مقالے ارسال کرنے کا وعدہ فرمایا تھا ایسے قائدین حضرات کو بذریعہ خطوط ان کے وعدہ کی یاد دہانی کرائی جا چکی ہے۔ اب مکرر گزارش ہے کہ فوری طور پر اُن خدام کے اسماء سے مرکز کو مطلع کریں جو اس انعامی مقابلہ مقالہ نویسی میں حصہ لے رہے ہیں۔ خدام کو چاہیئے کہ جذبہ اور شوق سے اس مقابلہ میں شریک ہوں اور بروقت مقالے مرکز کو بھجوائیں۔

جمیل الرحمٰن رفیق

مہتمم تعلیم مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ

مکرم سجاد احمد صاحب خالد
مربی خوشاب

دلچسپ تبلیغی گفتگو

ماہ جولائی میں خاکسار کے دل میں شدید خواہش پیدا ہوئی کہ خاکسار تحصیل خوشاب کے ان علاقوں کا بھی دورہ کرے جہاں ہماری جماعتیں قائم نہیں ہیں حتیٰ کہ ابھی تک صحیح معنوں میں ان لوگوں تک مسیح موعود علیہ السلام کا پیغام بھی نہیں پہنچا۔ اس خواہش کو پورا کرنے کے لئے وادی سون سکیسر کو چنا گیا اور ۶ خدام اس فریضہ کو سرانجام دینے کے لئے منتخب کئے گئے۔ ان دنوں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مجالس خدام الاحمدیہ پاکستان کو اس بات کا حکم دیا ہوا تھا کہ وہ اپنے اپنے علاقہ کے دیہات کا دورہ کریں اور ان کی تکالیف کو معلوم کر کے ریکارڈ کی صورت میں مرکز کو روانہ کریں۔ یہی سوچا گیا کہ ایک تو حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کی تعمیل کی جائے اور اس کے ساتھ ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پیغام زبانی اور لٹریچر کی صورت میں ان لوگوں تک پہنچایا جائے۔

منتخبہ ۶ خدام کے دو گروپ بنائے گئے۔ ایک گروپ خاکسار کی نگرانی میں مکرم رانا حمید اللہ صاحب قائد مجلس خدام الاحمدیہ خوشاب اور ظفر اقبال صاحب سیکرٹری مال پر مشتمل تھا اور دوسرا گروپ رانا عطاء اللہ صاحب ناظم اصلاح و ارشاد کی نگرانی میں مکرم مقبول احمد صاحب قمر ناظم صحت جسمانی اور مکرم مبشر احمد صاحب ناظم وقار عمل پر مشتمل تھا۔

تجویز یہ کیا گیا کہ رانا عطاء اللہ صاحب کا وفد خوشاب سے صبح ۷ بجے روانہ ہو کر مندرجہ ذیل دیہات نورپوالہ، کھٹوائی، ہر دو سویدی یعنی سویدی بالا اور سویدی زیریں، کھوڑہ، کلیال، اوچھالہ اور بھوکھی میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے حکم پر عمل کرتے ہوئے اور مسیح موعود علیہ السلام کا پیغام پہنچاتے اور لٹریچر تقسیم کرتے ہوئے رات ۸ بجے تک نوشہرہ تحصیل خوشاب پہنچے گا اور خاکسار کا گروپ خوشاب سے مندرجہ ذیل گاؤں پیل، پدھڑار، کدھر، کوجر، پیڑہ کھاری، جابہ، جھونگا، کھوتکہ، کھبکی، دھدھڑ، مکرومی، مردوال میں مسیح موعود علیہ السلام کا پیغام پہنچاتے اور لٹریچر تقسیم کرتے وقت مقررہ پر نوشہرہ پہنچے گا۔

خاکسار اپنے گروپ کو لیکر خوشاب سے بذریعہ بس پیل تک پہنچے اور وہاں سے اپنے سفر کا آغاز سائیکلوں کے ذریعہ کیا۔ خاکسار کے وفد نے اپنے علاقہ کے تمام گاؤں

میں کامیاب طور پر تبلیغ کی۔ مسیح موعود علیہ السلام کا پیغام پہنچایا اور لٹریچر تقسیم کیا۔ بعض غیر از جماعت دوستوں نے خوشی سے لٹریچر طلب کیا۔ بعض جگہ کامیاب گفت گو ہوئی اور کئی افراد کو مسیح و مہدی علیہ السلام کی خوشخبری سنائی گئی۔ اکثر دوستوں نے خوشی سے ہماری باتوں کو سنا اور بڑی دلچسپی کا اظہار کیا۔ پروگرام کے مطابق رات ۸ بجے دونوں گروپ نوشہرہ پہنچ گئے اور رات رانا عطاء اللہ صاحب کے ایک غیر از جماعت مہربان دوست کے ہاں بسر کی۔

دوسرے دن ۱۱ر جولائی کو خوشاب کے لئے روانگی ہوئی اور شہر سے نصف میل باہر ایک متوسط عمر باریش مولوی صاحب سے دلچسپ گفتگو کرنے کا موقعہ ملا۔ خاکسار اپنے مجاہد خدام بھائیوں کے ساتھ ایک درخت کے سائے میں کھڑا تھا کہ نوشہرہ شہر کی طرف سے سائیکل پر ایک مولوی صاحب ہماری طرف آتے دکھائی دیئے اور قریب پہنچتے ہی سائیکل پر سے اتر کر یوں مخاطب ہوئے۔

بزرگ صاحب:۔ (اونچی آواز سے) السلام علیکم ورحمۃ اللہ

خاکسار:۔ (سب دوستوں کے ساتھ) وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

بزرگ صاحب:۔ بچو! تم یہاں کیا کر رہے ہو؟

خاکسار:۔ محترمی! وادیٔ سون سکیسر کے بھائیوں کی تکالیف کا جائزہ لینے اور ان کی روحانی پیاس بجھانے کے لئے ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اب چند منٹ کے لئے سائے میں ٹھہرے ہیں۔

بزرگ صاحب:۔ چند منٹ مجھے دیں گے میں کچھ معلوماتی باتیں آپ کو بتانا چاہتا ہوں۔

خاکسار:۔ بڑی خوشی سے جناب! ہم حاضر ہیں جتنے منٹ چاہیں فرمائیں (خاکسار خدام بھائیوں کے ساتھ سائے میں مولوی صاحب کے اردگرد بیٹھ گئے اور مولوی صاحب نے اپنی تقریر یوں شروع کی۔ خلاصۃً درج ہے)

مولوی صاحب:۔ یہ علاقہ ایسا ہے جہاں محمود غزنوی بھی وارد ہوا ہے۔ اس کے بعد کورو پانڈو کے زیر سایہ یہ علاقہ رہا اور اس کا تہذیب و تمدن بدلتا رہا۔ پھر یہ علاقہ سکھوں کے قبضہ میں رہا اور اب مسلمانوں کی نگرانی میں ہے لیکن یہ بالکل مسلمان نہیں رہے۔ وہ لوگ جنہوں نے قرآن کو حفظ کیا ہے وہ بھی اس کے علوم سے بے بہرہ ہیں۔ علماء کی حالت بگڑ گئی ہے، مساجد ویران پڑی ہیں۔ اہلِ اسلام کی عملی حالت سخت قابلِ رحم ہے (یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ وادیٔ سون کے اکثر لوگ بریلوی خیالات کے ہیں۔ داڑھی رکھنے کے پابند اور ذکرِ الٰہی کے لئے تسبیح رکھتے ہیں)

خاکسار:۔ مولوی صاحب! ہم نے آپ کی معلوماتی باتیں بڑی توجہ سے سُنی ہیں اب کیا مجھے بھی اجازت ہے کہ چند منٹ کے لئے میں کچھ

عرض کروں۔ مولوی صاحب نے بڑی خوشی
سے اجازت دے دی۔

خاکسار:۔ مولوی صاحب! مجھے آپ کی اس بات سے
کُلّی طور پر اتفاق ہے کہ اسلام برائے نام
رہ گیا ہے اور مسلمانوں کی دینی حالت سخت
بگڑ گئی ہے لیکن مولوی صاحب! عرض یہ ہے
کہ اللہ تعالیٰ کی سُنّت ہے کہ جب کبھی اسکی
مخلوق گمراہ ہوتی ہے، راہ راست سے
ہٹ جاتی ہے، اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس
کا ناطہ ٹوٹ جاتا ہے تو خدا تعالیٰ اپنی
مخلوق پر رحم فرماتے ہوئے کوئی نہ کوئی مُرسل،
نبی یا ہادی بھیج دیتا ہے کہ وہ بھُولی بسری
دُنیا کو آستانۂ الوہیت پر سجدہ ریز کریں۔
اسی غرض کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ
چوبیس ہزار انبیاء بھیجے جن کے آخر میں
حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ
صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا اور آپؐ نے
ایک قلیل عرصہ میں اللہ تعالیٰ کی واحدانیت
کو دُنیا کے کناروں تک پھیلا دیا لیکن آپؐ
نے اپنے صحابہؓ سے انذاری پیشگوئی بیان
کرتے ہوئے فرمایا کہ میری اُمّت پر بھی
ایک وقت ایسا آئے گا کہ وہ بگڑ جائیگی۔
آپؐ کی حدیث ہے، فرمایا:۔

لم یبق من الاسلام اِلّا اسمہٗ
ولا یبق من القرآن اِلّا رسمہٗ
مساجدھم عامرۃٌ وھی
خرابٌ من الھُدیٰ علماءھم
شرُّ مَن تحت ادیم السماء۔

پھر خاکسار نے عرض کیا کہ بالکل وہی حالت
جو آج سے چودہ سو سال قبل حضرت
خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان
فرمائی تھی آج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ
رہے ہیں اور اس کا اقرار آپ نے خود کیا ہے
(یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ مولوی
صاحب ساتھ ساتھ میری تمام باتوں کی تائید
کرتے چلے جا رہے تھے)

خاکسار نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے
عرض کیا یہ انذاری پیشگوئی تھی جو رسول کریم
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی لیکن چونکہ آپؐ
کی اُمّت خیر اُمّت تھی اسلئے آپؐ نے ایک
بشارت بھی دی تھی اور صحابہؓ کو فرمایا گھبرانا
نہیں اُس وقت اللہ تعالیٰ اُمّت میں مسلمانوں
کی ہدایت کے لئے کوئی نہ کوئی ہادی بھیج
دے گا جو اُمّت کا تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ
جوڑے گا، دین کو زندہ کرے گا اور شریعت
کو قائم کرے گا اور آپؐ کی بشارات کے
مطابق جہاں انذاری پیشگوئیاں پوری ہوئی
ہیں وہاں اللہ تعالیٰ نے اُمّتِ مُسلمہ کے لئے
ایک مہدی بھی بھیج دیا ہے، وہی مہدی جس
کا رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمّت

سے وعدہ کیا تھا۔

میرے اِن الفاظ کے ساتھ ہی مولوی صاحب چونک پڑے اور کہنے لگے۔

مولوی صاحب:۔ کیا امام مہدی آ گئے ہیں؟

خاکسار:۔ جی ہاں! مولوی صاحب، امام مہدی تشریف لے آئے ہیں اور ان کا نام مرزا غلام احمد قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے اور آپ نے اللہ تعالےٰ کی طرف سے خوشخبری پاکر رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے مطابق مہدی ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔

(میرے اِن الفاظ پر مولوی صاحب اپنی جگہ سے اُچھل پڑے اور بڑے غصہ سے کہنے لگے)

مولوی صاحب:۔ توبہ! توبہ! توبہ۔ تم مرزا غلام احمد کو ماننے والے ہو؟ تم یہاں کس طرح آ گئے۔ اگر یہاں کے لوگوں کو پتہ چل جاتا تو تمہیں یہاں داخل نہ ہونے دیتے۔ تم یہاں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ لوگوں کو علم ہو جاتا تو تمہارا پانی بند کر دیتے۔ ایک دفعہ تمہارے خلیفہ صاحب (مولوی صاحب کی مراد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ تھے) یہاں آئے تھے ہم نے اُن کا دانہ پانی بند کر دیا تھا۔

(یہ الفاظ کہہ کر مولوی صاحب بڑی تیزی کے ساتھ سائیکل پر چلتے بنے۔ خاکسار نے اپنے خدام بھائیوں کے ساتھ مولوی صاحب کا تعاقب کیا اور کہا)

خاکسار:۔ مولوی صاحب! یہ فرمائیں دانہ پانی کس نے بند کیا تھا، بائیکاٹ کس نے کیا تھا، کفار نے یا مسلمانوں نے؟ یہ طریق اہلِ اسلام کا ہے یا غیر مسلموں کا؟

(مولوی صاحب شرمندہ ہو گئے اور اکڑ کستی کر کے کہنے لگے)

مولوی صاحب:۔ لوگ تمہیں حج نہیں کرنے دیتے۔

(اِن الفاظ کو سُن مکرم رانا عطاء اللہ صاحب نے فرمایا)

رانا صاحب:۔ مولوی صاحب! اگر مَیں نماز پڑھوں اور آپ مجھے پڑھنے نہ دیں تو کون گنہگار ہے، مَیں یا آپ؟

مولوی صاحب:۔ مَیں۔

رانا صاحب:۔ اگر مَیں قرآن مجید کی تلاوت کروں یا حج کروں اور آپ مجھے تلاوت نہ کرنے دیں، حج کرنے سے روکیں تو کون گنہگار؟ مَیں یا آپ؟

(مولوی صاحب اِن تمام باتوں کا جواب دیئے بغیر فوراً یوں گویا ہوئے)

مولوی صاحب:۔ احمدی مسلمان ہی نہیں۔

رانا صاحب:۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔

(مولوی صاحب نے جب کلمہ سُنا تو فوراً کہنے لگے)

مولوی صاحب:۔ درود شریف سُناؤ۔

رانا صاحب:۔ (اونچی آواز سے) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔

مولوی صاحب:۔ (فوری طور پر) چار غلطیاں

خاکسار:۔ مولوی صاحب! بڑی مہربانی آپ نے ہمیں غلطیوں کی طرف توجہ دلائی۔ ذرا مہربانی فرما کر وہ غلطیاں بتا دیجئے تاکہ ہم اپنی اصلاح کر لیں۔

مولوی صاحب صرف اس بات پر بضد تھے کہ چار غلطیاں، اور بار بار دہرائے جا رہے تھے لیکن لیکن غلطیاں بتانے کے لئے تیار نہ تھے۔ جب ہم بار بار غلطیوں کی نشاندہی کرنے پر زور دے رہے تھے۔ مولوی صاحب نے مشاہدہ کیا کہ اب بات نہیں بنتی تو اچانک بے قابو ہو کر یوں گویا ہوئے :۔

مولوی صاحب:۔ درود شریف جوڑ کے ساتھ سنائیں؟

رانا صاحب:۔ اللّٰھم صلّ کا جوڑ شروع کر دیا۔ خاکسار نے بھی مکرم رانا صاحب کی جوڑ کرنے میں مدد کی۔

مولوی صاحب:۔ غلط ہے۔ عربی میں جوڑ کرو۔

(مولوی صاحب کی یہ بات سن کر ہم دوستوں کو ہنسی آ گئی لیکن ہم نے سختی سے ہنسی کو قابو میں رکھا اور خاکسار نے عرض کیا)

خاکسار:۔ مولوی صاحب ہمیں تو نہیں آتے آپ ہی ذرا عربی میں جوڑ کر دیں۔۔۔۔

(مولوی صاحب کی اس تمام گفتگو کے دوران حتی الامکان یہی کوشش رہی کہ کسی نہ کسی طرح ہم سے چھٹکارا حاصل کریں جس کی وجہ سے وہ کبھی سائیکل سے اُتر جاتے کبھی آہستہ کر لیتے۔ ہم بھی آہستہ کر لیتے یا اُتر جاتے جب مولوی صاحب نے دیکھا کہ یہ تو لینے کے دینے پڑ گئے ہیں تو ایک جگہ پر پہنچ کر جہاں کافی تعداد میں اہل سنت والجماعت کے دوست راستہ سے ہٹ کر کھڑے تھے بڑی ناراضگی اور غصہ کی حالت میں فرمانے لگے)

مولوی صاحب:۔ میں نے تم کو کہا ہے کہ تم چلے جاؤ، چلے جاؤ یہاں سے۔ میں تمہارے ساتھ بات کرنے کیلئے تیار نہیں ہوں (اور اس کے ساتھ ہی اپنے ہم عقیدہ لوگوں کی طرف سائیکل سے اُتر کر جانے لگے)

ہم سب سمجھ گئے کہ اب مولوی صاحب کوئی اور کرتب دکھانا چاہتے ہیں تو ہم نے فتنہ سے بچتے ہوئے مولوی صاحب کو السلام علیکم کہا اور منزل مقصود کی طرف رواں دواں ہو گئے۔

خدام الاحمدیہ کی امدادی مہم

"ساہیوال (نمائندہ خصوصی) کیپٹن ڈاکٹر عطاء الرحمن امیر جماعت احمدیہ ضلع ساہیوال نے ایک ملاقات میں بتایا کہ جماعت احمدیہ ضلع ساہیوال اور خدام الاحمدیہ نے سیلاب کے دنوں میں رضاکارانہ طور پر متاثرہ علاقوں میں زبردست امدادی کارروائیاں سرانجام دیں۔ امیر ضلع نے بتایا کہ انہوں نے سیلاب کے دنوں میں ڈپٹی کمشنر ساہیوال کو تحریری طور پر مطلع کر دیا تھا کہ خدام الاحمدیہ کے رضاکار ان کے حکم کے مطابق جہاں بھی ضرورت پڑے طلب کر سکتے ہیں۔ خدام الاحمدیہ کے نوجوانوں نے مختلف گروپ بنا کر متاثرہ علاقوں میں بھنے چنے، گڑ، خوراک، کپڑوں اور ادویات کی کافی مقدار تقسیم کی۔ قومی ابتلاء کے اس دور میں خدام الاحمدیہ کے رضاکار کوئی دقیقہ فروگزاشت کئے بغیر سیلاب سے متاثرہ علاقہ میں متاثرین سیلاب کو بہم پہنچاتے رہے۔ جب چیچہ وطنی کے اہم پل کو شگاف پڑ جانے کی وجہ سے شدید خطرہ لاحق ہو گیا تھا احمدی نوجوان پہنچے اور انہوں نے شہری دفاع کے رضاکاروں، فوج کے جوانوں اور مقامی لوگوں کے ساتھ مل کر شگاف کو پُر کرنے میں ہاتھ بٹایا۔ انہوں نے مزید بتایا کہ جماعت احمدیہ کے رضاکاروں کی ایک ٹیم حال ہی میں متاثرہ علاقوں کا سروے کرنے کے لئے روانہ کر دی گئی ہے جو اس امر کا جائزہ لے گی کہ کتنا نقصان ہوا ہے اور کس قدر امداد، خوراک اور ادویات کی مزید ضرورت ہے۔ انہوں نے بتایا کہ جماعت احمدیہ ضلع ساہیوال یہ تہیہ کئے ہوئے ہے کہ متاثرین سیلاب کی بھرپور امداد کر کے انہیں پھر سے اس قابل بنایا جا سکے کہ وہ افراد قدموں پر کھڑے ہو جائیں۔" (روزنامہ مغربی پاکستان لاہور ۱۵ اکتوبر ۱۹۷۳ء)

وقارِ عمل

مجلس خدام الاحمدیہ ۱۲ ج۔ب گوکھووال لائلپور کے زیر اہتمام ۲۹ر جون ۷۳ء بروز اتوار بعد نماز فجر ایک اجتماعی وقارِ عمل ہوا جس میں انصار، خدام، اطفال اور کمسن بچگان کی اکثریت نے جس جوش و خروش سے دو فرلانگ لمبی سڑک کے دونوں طرف تقریباً تیرہ سو فٹ مٹی اڑھائی گھنٹے تک ڈالی اور اہلِ دیہہ کے لئے ایک زندہ نمونہ پیش کیا کہ سب کی حیرانی کا موجب بنا۔ اور یہ بات اُن پر واضح ہو گئی کہ فعّال جماعتیں معمولی سے معمولی کاموں کے لئے ہر وقت کمربستہ رہتی ہیں اور سر پر ٹوکری اُٹھانے میں بھی انہیں کوئی عار نہیں ہے۔ خدام کے اِس وقارِ عمل میں گاؤں کے نوجوانوں کی تنظیم "انجمن معاشرتی فلاح و بہبود" کے اراکین بھی احبابِ جماعت کے شانہ بشانہ کام میں مصروف رہے۔ قائد ضلع مکرم میاں مبارک احمد صاحب کی اس موقع پر آمد نے خدام کے کام کے جذبہ اور ولولہ کو مزید تقویت بخشی اور ان کا کام میں بنفسِ نفیس شریک ہونا ایک قابلِ تقلید نمونہ کا باعث ہوا۔

اس وقار عمل میں ۹ انصار، ۸ خدام، ۲۱ اطفال
اور کمسن بچگان کے علاوہ آٹھ غیر از جماعت احباب نے
بھی شرکت کی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بہتر رنگ میں
عوام کی خدمت کرنے اور ملک و ملت کی فلاح و بہبود کیلئے
کام کرنے کی توفیق دے۔ (محمد امجد قائد خدام الاحمدیہ
چک ۱۲۱ ج۔ ب گوکھووال براستہ مانانوالہ۔ لائل پور)

ضلع سرگودھا کے خدام کا سائیکل سفر

مورخہ ۹ ۱۲/۴ کو شہر و ضلع سرگودھا کے ۴۵ خدام
اور ۶ انصار سائیکلوں کے ذریعہ سرگودھا سے ربوہ پہنچے۔
ہر سائیکل سوار کے پاس چھ سیر روئی تھی۔ اس طرح ۹ من
روئی غرباء کیلئے دفتر پرائیویٹ سیکرٹری میں جمع کروائی گئی۔
تمام خدام و انصار کو چار گروپوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا۔
یہ گروپ وقفے وقفے سے مسجد احمدیہ نیو سول لائن سے
روانہ ہوتے اور ربوہ سے دو میل ورے احمد نگر کے اڈہ
پر اکٹھے ہوتے گئے۔ وہاں سے دو دو کی ترتیب میں یہ قافلہ
نہایت تنظیم سے ربوہ میں داخل ہوا اور گول بازار کا چکر
لگاتا ہوا قصر خلافت پہنچا۔ بعد نماز عصر حضور ایدہ اللہ
بنصرہ العزیز نے خدام و انصار کو شرف مصافحہ بخشا اور
ازراہ شفقت گروپ فوٹو کے وقت بھی اپنے خدام میں
تشریف فرما ہوئے۔ اس قافلہ میں صرف وہی خدام اور
انصار شامل تھے جنہوں نے گزشتہ سال حضور اقدس کی
ہدایت پر سارے ضلع کا سائیکلوں پہ دورہ کیا تھا اور
حضور نے سالانہ اجتماع خدام الاحمدیہ ۱۹۷۵ء کے موقع
پر ضلع سرگودھا کے کام پر خوشنودی کا اظہار فرمایا اور
اپنے دست مبارک سے مکرم قائد صاحب ضلع سرگودھا کو
ایک ہزار روپیہ کا انعام عطا فرمایا تھا۔ (قائد ضلع سرگودھا)

مجلس خدام الاحمدیہ ڈسکہ کا ۱۰۵ میل سائیکل سفر

مجلس خدام الاحمدیہ ڈسکہ کے گیارہ خدام ایک
طفل اور ایک انصار جن میں مجلس بھروکے، موسے والہ، جاکے چیمہ اور
منڈیکی کے خدام بھی شامل تھے، رات سوا گیارہ بجے دعا کے
بعد ڈسکہ سے ربوہ کیلئے روانہ ہوئے۔ حضور ایدہ اللہ کی خواہش
کی تعمیل میں سائیکلوں پر تقریباً ڈھائی من روئی لادے ہوئے تھے
ہر خادم تقریباً ۸، ۱۰ سیر روئی سائیکل پر لادے ہوئے تھا اور
سبھی کے دل دعاؤں اور تسبیحات سے معمور تھے۔ فجر کی نماز حافظ آباد
میں ادا کی۔ اور سفر کے بخیر و خوبی پورا کرنے کی خدا سے دعا مانگی۔
سب بلند حوصلگی اور ہنسی خوشی سے عازم سفر تھے خاص طور پر
جمیل احمد طفل مجلس بھروکے جس کی عمر ۱۴ سال تھی بڑی تیزی،
حوصلہ اور عزم کیساتھ شریک سفر تھا جن خدام نے اس سفر میں
حصہ لیا ان کے نام یہ ہیں :-

منور احمد صاحب سابق قائد مجلس ڈسکہ۔ رفیق احمد، عبد القدوس
ماشاء اللہ۔ مرزا مظفر احمد ظفر، منیر احمد (بھروکے) جمیل احمد طفل،
نصیر احمد (بھروکے) محمد حنیف (جاکے چیمہ) عبد الوہاب جاکے چیمہ
صدیق احمد انصار (موسے والہ) محمود احمد (منڈیکی)

خدا تعالیٰ کے فضل سے دو بجے دوپہر یہ قافلہ بخیر و خوبی
ربوہ پہنچ گیا۔ اگلے روز حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ازراہ شفقت
شرف مصافحہ بخشا۔ اس طرح یہ رحمتوں اور برکتوں سے پُر
سفر اختتام پذیر ہوا۔ (انعام الحق کوثر مربی سلسلہ احمدیہ ڈسکہ)

ہر قسم کی اعلیٰ کوالٹی کا کپڑا
پاپلین۔ لٹھا۔ کیمرک۔ فلالین رنگدار و پرنٹ بنانے والے
سفینہ ڈائنگ اینڈ پرنٹنگ ورکس
مقبول روڈ۔ لائل پور
فون ملز: ۶۹۴۹
فون آفس منڈی گلی: ۲۴۸۲
فون آفس گول کپڑا: ۲۳۵۴
ہر شہر کی مارکیٹ سے سفینہ کا مال طلب کریں

رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۸۳۰

ماہنامہ خالد ربوہ

فروری ۱۹۷۴ء — تبلیغ ۱۳۵۳ ہش

★ ★ ★ ایڈیٹر : محمد شفیق قیصر ★ ★ ★

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی تحریک کے نتیجہ میں خدام اور اطفال میں سائیکل چلانے کا شوق ترقی پذیر ہے۔ مختلف مجالس سائیکل سفر کے اجتماعی پروگرام بنا کر حس[illegible]شاد کی تعمیل میں سرگرم عمل ہیں۔ دیگر مجالس کو بھی اس نمونہ کی تق[illegible] چاہئیے۔
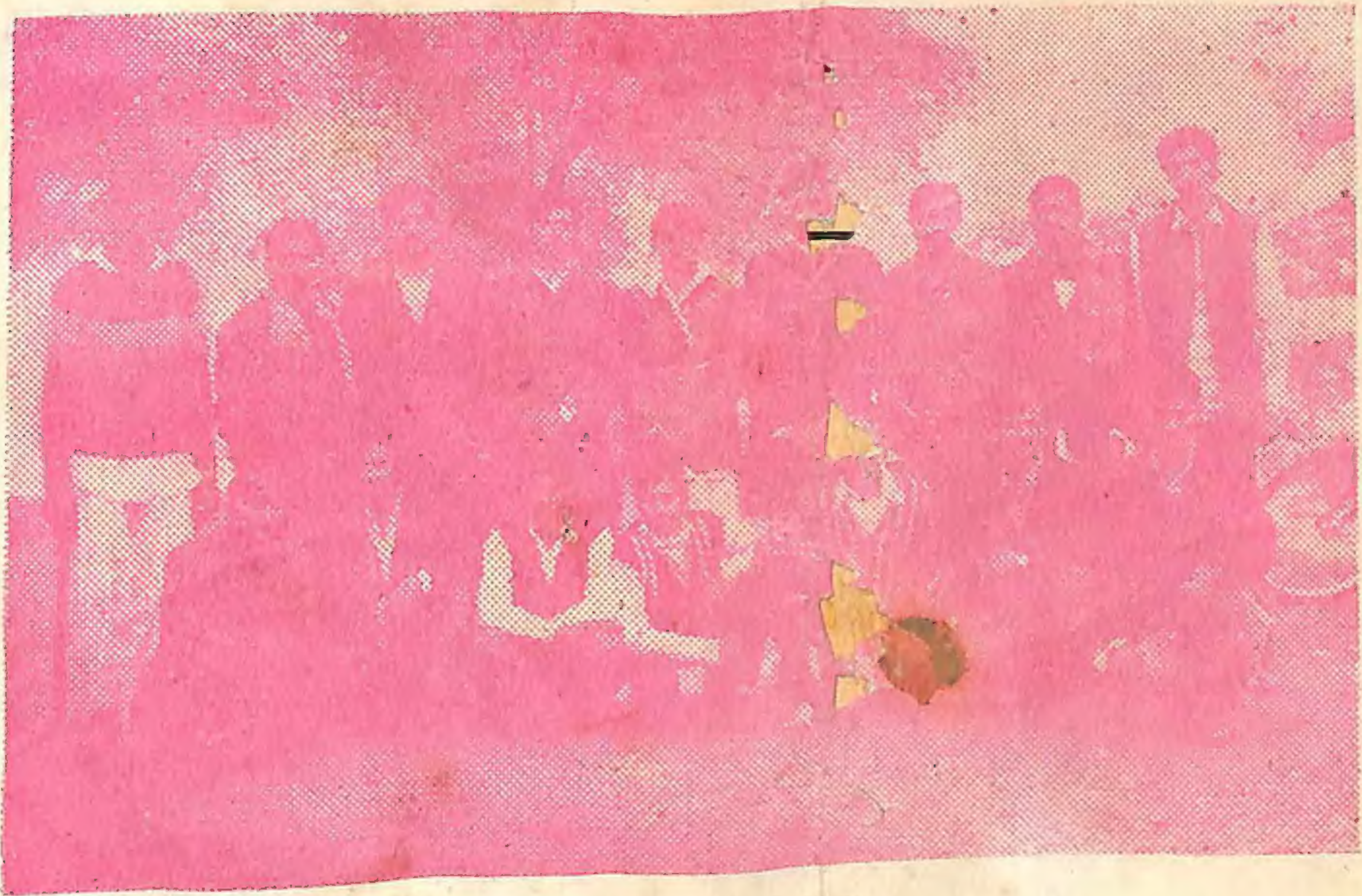
اوکاڑہ سے ربوہ سائیکل پر آنے والے خدام
مکرم مولوی عبدالوہاب صاحب مربی جماعت احمدیہ اوکاڑہ کے ہمراہ

Nusrat Art Press, Rabwah